جامع المعقول والمنقول

حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کے رسالہ

ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعۃ رمضان

کا اردو ترجمہ

مروجہ قضاءِ عمری بدعت ہے

(مترجم)

مولانا حافظ عبدالقدوس خان قارن

مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم

ناشر

عمر اکادمی

گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی کے رسالہ

ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان

کا اردو ترجمہ

مروّجہ قضاءِ عمری بدعت ہے

بعض لوگ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں ایک نماز یا پانچ نمازیں اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ اس سے تمام فوت شدہ نمازوں کی قضاء ہو جاتی ہے اور اس کو قضاءِ عمری کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ جمعۃ الوداع کے دن الوداع الوداع اے رمضان الوداع جیسے کلمات کہتے ہیں۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ قضاء عمری کا یہ طریق بدعت ہے اور ان جیسے کلمات کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔ نیز اس رسالہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس طبقہ کے فقہاء اور کن کتابوں سے فتویٰ دینا جائز اور کن سے فتویٰ دینا ناجائز ہے۔ اور موضوع احادیث کی بعض علامات بتائی گئی ہیں۔ اور غیر مفتی بہ قول سے گریز اور سنت پر عمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

حافظ عبد القدوس خان قارن

عمر اکادمی

نزد گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ

طبع......سوم جنوری ۲۰۰۶ء

اصل رسالہ کا نام......................	ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان
تالیف	جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ
اردو ترجمہ کا نام...........	مروجہ قضاء عمری بدعت ہے
مترجم	حافظ عبدالقدوس خان قارن
طبع سوم	جنوری ۲۰۰۶ء
تعداد	ایک ہزار (۱۰۰۰)
مطبع	مکی مدنی پرنٹرز لاہور
قیمت	۳۰/- (تیس) روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

☆ مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی
☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ الحسن حق سٹریٹ اردو بازار لاہور
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
☆ مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ نیو روڈ مینگورہ
☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
☆ مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک

☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی
☆ ادارہ النور بنوری ٹاؤن کراچی
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
☆ اسلامی کتب خانہ اڈا گامی ایبٹ آباد
☆ مکتبہ العارفی فیصل آباد
☆ مکتبہ امدادیہ حسینیہ پنڈی روڈ چکوال
☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
☆ کتاب گھر شاہ جی مارکیٹ گکھڑ
☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ------- اما بعد!

اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان پر سب سے اہم ذمہ داری نماز کی ہے۔ اسی لیے قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ طبرانی میں روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامۃ الصلوۃ "قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا" فان صلحت صلح سائر عملہ وان فسدت فسد سائر عملہ "پس اگر نماز درست نکلی تو اس کے باقی اعمال بھی درست نکلیں گے اور اگر نماز خراب نکلی تو اس کے باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔" دن رات میں پانچ وقتی نمازیں ہر مسلمان عاقل بالغ مرد وعورت پر فرض ہیں' صرف حیض ونفاس میں مبتلا عورتوں کو ان ایام کی نمازیں معاف کی گئی ہیں اور کسی عاقل بالغ کو معاف نہیں کی گئیں۔ شریعت نے نمازوں کی ادائیگی میں بہت نرمی فرمائی ہے۔ اگر کسی کو قیام ورکوع وسجود کی قدرت حاصل ہو تو اس کو کھڑے ہو کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز پڑھنا لازم ہے اور جس کو قیام کی قدرت نہیں تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے کی بھی ہمت نہ ہو تو لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔ ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں ہوتی۔ جو آدمی بے ہوش ہو اور اس کی بے ہوشی اتنی لمبی ہو جائے کہ دن رات سے زائد ہو جائے اور درمیان میں ذرا بھی اس کو ہوش نہ آئے تو بے ہوشی کے دن کی نماز اس سے ساقط ہے اور اگر درمیان میں ہوش آ جاتا ہے' مسلسل دن رات سے زائد بے ہوشی نہیں تو اس دوران کی نمازوں کی قضاء ضروری ہے۔

نماز کی اہمیت قرآن کریم کی بے شمار آیات اور نبی کریم ﷺ کی احادیث میں بیان کی گئی ہے۔ کہیں اقیموا الصلوۃ فرمایا گیا ہے اور کہیں فلاح پانے والے مومنوں کی صفات میں ھم علی صلوتھم یحافظون بیان کیا گیا ہے کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جن کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی

پابندی کرتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کرامؓ اور امت کے دیگر افراد کو نہ صرف نماز کی بلکہ باجماعت نماز کی تلقین فرمائی ہے اور خود بھی زندگی بھر نمازیں ادا فرمائیں اور کسی بھی مرحلہ میں نماز کو ترک نہیں کیا۔ اسی لیے نماز کی فرضیت کے بارہ میں اسلامی فرقوں میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے۔ سب ہی اس کو فرض عین کہتے ہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ نماز کی فرضیت کا منکر قطعی طور پر کافر ہے۔

تارک صلوٰۃ کے لیے وعید

حضور نبی کریم ﷺ نے جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے متعلق سخت وعید فرمائی ہے۔ مسند احمد ج ۳ ص ۳۷۰ اور مسلم ج ۱ ص ۶۱ میں حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوۃ یعنی نماز کا چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ اور معجم طبرانی میں حضرت عبادۃ بن الصامت ؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ میرے محبوب حضرت محمد ﷺ نے مجھے سات نصیحتیں فرمائیں' ان میں سے یہ بھی ہے ولا تترکوا الصلوۃ متعمدین فمن ترکھا متعمدا فقد خرج من الملۃ اور نماز کو جان بوجھ کر نہ چھوڑو کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے تو بیشک وہ ملت سے نکل جاتا ہے۔ اور مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸ اور طبرانی میں حضرت معاذ بن جبل ؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دس باتوں کی تلقین فرمائی۔ ان میں سے یہ بھی ہے ولا تترکن صلوۃ مکتوبۃ متعمدا فان من ترک صلوۃ مکتوبۃ متعمدا فقد برئت منہ ذمۃ اللہ اور ہرگز جان بوجھ کر فرض نماز کو نہ چھوڑو کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر فرض نماز کو چھوڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہے (الحدیث) اور اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے مراد وہ ہے جو مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۵ اور ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۸ وغیرہ کتابوں میں حضرت عبادۃ بن الصامت ؓ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں' جس شخص نے ان کی محافظت کی (ان کو مستحب وقت اور آداب وسنن کے ساتھ ادا کیا) اور ان کو ادا کیا کان لہ عند اللہ عھد ان یغفر لہ تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کو بخش دے گا۔ ومن ضیعھن فلیس لہ عھد ان شاء غفر

له وان شاء عذبه اور جس شخص نے ان نمازوں کو ضائع کیا تو اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو عذاب میں ڈال دے گا۔

تارک صلوٰۃ کے بارے میں حضرات ائمہ کرامؒ کا نظریہ

جمہور اہل اسلام کے نزدیک جو شخص نماز کا منکر نہ ہو مگر سستی کی وجہ سے نماز ادا نہیں کرتا تو وہ فاسق ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وہ کافر ہے۔ امام نوویؒ اس بارہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ کافر ہے۔ اور اسی طرح کی روایت حضرت علیؓ حضرت عبد اللہ بن المبارکؒ اور امام اسحٰق بن راہویہؒ سے ہے (نووی شرح مسلم ج ا ص ٦١) ان حضرات کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں یہ الفاظ ہیں من ترک الصلوة متعمدا فقد کفر جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی تو بیشک وہ کافر ہو گیا۔ اور اس مضمون کی دیگر احادیث بھی ان کی دلیلیں ہیں۔ ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ ان جیسی احادیث میں وعید اس شخص کے لیے ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑنے کو جائز سمجھتا ہے۔ یا وعید سے مراد یہ ہے کہ ایسا شخص قارب الکفر کفر کے قریب پہنچ گیا۔ یا مراد یہ ہے کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنا کفریہ اعمال میں سے ایک عمل ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ ثلاثہؒ کی واضح دلیل اس بارہ میں حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو ابو البرکات نے منتقی الاخبار میں پیش کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خمس صلوات افترضهن الله تعالیٰ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور آگے فرمایا کہ جس شخص نے ان کی محافظت کی اور ان کو ادا کیا کان له عند الله عهد ان يغفر له تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کو بخش دے گا۔ ومن ضيعهن فليس له عهد ان شاء غفر له وان شاء عذبه اور جس نے ان کو ضائع کیا تو اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اگر چاہے گا تو اس کو معاف کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کو عذاب میں ڈال دے گا۔ (فتح الملہم ج ا ص ١٩٥) یہ روایت مسند احمد ج ٥ ص ٣١٥، ابو داؤد ج ا ص ٢٠٨ اور موارد الظمآن ص ٨٦ وغیرہ میں بھی ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ تارک صلوٰۃ کافر نہیں ہے اس لیے کہ کافر کے لیے تو عذاب لازم ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا مرتد ہو گیا اس لیے اس کو قتل کر دیا جائے۔ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص کافر تو نہیں ہوتا مگر تعزیراً اس کو قتل کیا جائے تاکہ اس کی نحوست دوسروں پر نہ پڑے۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس سے توبہ طلب کی جائے' اگر توبہ کر لے تو فبہا ورنہ اس کو قید میں ڈال دیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے یا وہاں ہی مر جائے۔

فوت شدہ نمازوں کے بارہ میں

تمام امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص نماز کے وقت میں سویا رہا یا اس کو نماز ادا کرنا بھول گیا اور نماز کا وقت گزر گیا تو ایسا آدمی اس نماز کی قضاء کرے۔ اسی طرح اگر کسی نے جان بوجھ کر سستی یا کسی کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز چھوڑی تب بھی اس کی قضاء ضروری ہے۔ البتہ امام ابن تیمیہؒ اور اہل ظواہر کا نظریہ جمہور کے خلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے پر قضاء نہیں ہے۔ حافظ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہؒ کے نزدیک چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضاء ہے اور اہل ظاہر کے نزدیک قضاء نہیں ہے بلکہ اس کی توبہ کی صورت یہ ہے کہ توبہ کرے اور آئندہ نماز نہ چھوڑے بلکہ اس کی پابندی کرے۔ (مدارج السالکین ج ا ص ۳۷۵) اسی طرح امام ابن تیمیہؒ کا نظریہ بھی ان کی کتابوں سے یہی ملتا ہے مگر یہ نظریہ جمہور کے خلاف ہے اور درست نہیں ہے اس لیے کہ اگر نمازیں محض توبہ سے معاف ہو جاتیں تو حضرات محدثین کرامؒ اور فقہاء عظامؒ کو اپنی کتابوں میں قضاء الفوائت کے ابواب اہتمام سے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اتنا ہی فرما دیتے کہ گزشتہ کی معافی مانگو اور آئندہ کے لیے پابندی کرو۔ مگر سب ہی قضاء الفوائت پر زور دیتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں۔

اہل بدعت کا نظریہ

فوت شدہ نمازوں کی تلافی کے لیے اہل بدعت قضاء عمری کے مروجہ طریق کا پرچار کرتے ہیں۔ قضاء عمری کے بارہ میں تفصیلی بحث اصل رسالہ میں مذکور ہے۔ اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ نمازوں کے بارہ میں انتہائی سست ہو گئے اور یہ خیال کر

کے کہ تلافی قضاء عمری کی دو یا چار رکعت کے ساتھ ہو ہی جائے گی' بالکل نمازوں سے غافل ہو گئے ہیں حالانکہ مروجہ قضاء عمری کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور مروجہ طریق بالکل بدعت ہے۔ نیز عام مسلمانوں کو سستی اور غفلت سے نکالنے کے لیے اس قضاء عمری کے مروجہ طریق کا رد بہت ہی زیادہ ضروری ہو گیا ہے۔

بعض غیر مقلدین کا طرز عمل

زمانہ حال کے بعض متشدد قسم کے غیر مقلدین امام احمد بن حنبلؒ کے نظریہ پر عمل پیرا ہو کر اس کا پرچار کرتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ کافر ہے حالانکہ خود ان کے علماء نے اس کے خلاف لکھا ہے چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ ایک سوال کہ بے نمازی مسلمان ہے یا کافر؟ کے جواب میں فرماتے ہیں: اس بارہ میں علماء کا اختلاف ہے اور پھر انہوں نے اپنا رجحان ان لوگوں کی طرف بتایا جو تارک صلوٰۃ کو کافر نہیں بلکہ فاسق کہتے ہیں۔ اس پر ان کا تعاقب کیا گیا کہ کافر نہ کہنے والوں کی دلیلیں کیا ہیں تو جواب میں فرمایا: اس دعویٰ کے ثبوت میں بہت سی آیات پیش ہو سکتی ہیں مگر ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں قل لعبادی الذین آمنوا یقیموا الصلوۃ (الآیہ) (پ ۱۳ رکوع ۱۷) اس آیت میں ایماندار قرار دے کر ان کو نماز کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہوا نماز ایمان میں داخل نہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۵) پھر آگے تشریح میں لکھا ہے: کیونکہ جن احادیث سے تارک الصلوۃ کا کفر ثابت ہوتا ہے' ان احادیث سے وہ بلا شبہ کافر ہیں اور ان کو کافر کہنا روا ہے مگر ہاں تارک الصلوۃ کا کفر ایسا نہیں ہے جس کی وجہ سے ملت اسلام سے خارج ہو جائے اور مغفرت وشفاعت ودخول جنت کا مستحق نہ رہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۴۶۷) اور آخر میں فتاویٰ نذیریہ کتاب الصلوۃ ص ۲۶۹ کا حوالہ بھی دیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی قسم کی عبارت اس میں بھی ہے۔ ان فتووں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تارک الصلوۃ ایسا کافر نہیں ہوتا کہ اس کو ملت اسلامیہ سے خارج اور مرتد قرار دے دیا جائے بلکہ وہ ملت اسلامیہ میں باقی رہتا ہے اور اسی کو احناف فاسق سے تعبیر کرتے ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ اور بعض غیر مقلدین

جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ کا نظریہ جمہور اہل

اسلام سے مختلف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس پر قضاء نہیں بلکہ وہ توبہ کرے اور آئندہ کے لیے نماز کی پابندی کرے۔ زمانہ حال کے بعض غیر مقلدین امام ابن تیمیہؒ کی تقلید کرتے ہوئے اس نظریہ کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے۔ امام بخاریؒ نے امام ابراہیمؒ کا یہ قول نقل کیا ہے وقال ابراھیم من ترک صلوۃ واحدۃ عشرین سنۃ لم یعد الا تلک الصلوۃ الواحدۃ (بخاری ج ۱ ص ۸۴) اور امام ابراہیمؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک نماز چھوڑی' تو بیس سال بھی گزر جائیں تو وہ شخص اسی نماز کا اعادہ کرے۔ یعنی اس پر کفارہ وغیرہ نہیں ہے بلکہ اس کی قضاء ہے۔ اور خندق کے موقع پر حضور ﷺ کی نماز رہ گئی تو آپؐ نے اس کی قضاء فرمائی۔ آپؐ کی وہ نماز کیسے رہ گئی؟ اس کے بارے میں علامہ کرمانیؒ نے دو قول نقل کیے ہیں۔ وقیل تاخیرہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ فی ذلک الیوم کان نسیانا بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس دن آپ ﷺ کا نماز کو موخر کرنا نسیان کی وجہ سے تھا (کہ آپؐ کو نماز پڑھنا یاد ہی نہ رہا تھا) وقیل عمدا لانھم اشغلوہ فلم یمکنوہ من ذالک وھو اقرب وذالک قبل نزول صلوۃ الخوف (حاشیہ نمبر۱ بخاری ج ۱ ص ۸۴) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؐ کا اس نماز کو موخر کرنا جان بوجھ کر تھا (یعنی نسیان نہ تھا بلکہ آپؐ کو نماز پڑھنا یاد تھا) اس لیے کہ کفار نے آپؐ کو مشغول رکھا تو انہوں نے آپؐ کو اس کے ادا کرنے کا موقع ہی نہ دیا اور یہ بات زیادہ اقرب ہے (یعنی زیادہ درست ہے) اور یہ واقعہ صلوٰۃ الخوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ یعنی صلوٰۃ خوف میں تو ایک گروہ کو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا کر کے وقت کے اندر نماز ادا کی جا سکتی ہے اور خندق کا واقعہ صلوٰۃ خوف کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اس لیے آپ ﷺ دشمن کے مقابلہ میں مشغول رہے اور نماز رہ گئی جس کو آپؐ نے بعد میں قضاء فرمایا اور علامہ کرمانیؒ اسی قول کو اقرب فرما رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نماز پڑھنا یاد تھا مگر دشمن کے مقابلہ میں مصروف ہونے کی وجہ سے وہ نماز رہ گئی تھی۔ اس سے جمہور کے نظریہ کی تائید ہوتی ہے کہ قضاء کے لیے ضروری نہیں ہے کہ آدمی نماز کے وقت میں سویا رہے یا بھول گیا ہو بلکہ یاد ہونے کی صورت میں بھی اگر نماز رہ جائے تو اس کی قضاء ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے قضاء فرمائی اور یہی مذہب راجح اور حق ہے۔

غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ وضوء اور بعض عبادات مثلاً حج، جمعہ، عیدین اور رمضان المبارک کے روزوں وغیرہ کی وجہ سے اور توبہ سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور نماز کا چھوڑنا بھی ایک گناہ ہے لہٰذا یہ بھی معاف ہو جاتا ہے مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے اس لیے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ توبہ سے یا حج سے معاصی (گناہ) معاف ہوتے ہیں، فرائض معاف نہیں ہوتے جیسے اگر کسی نے حج کر لیا یا توبہ کر لی تو قرض داروں کا قرض ایسا ہی اس کے ذمہ واجب ہے جیسے کہ پہلے تھا۔ اسی طرح حقوق اللہ سے بھی جو قرض ہے، وہ بھی ادا کرنے سے ہی ادا ہوگا۔ بلکہ یہاں تک "علماء نے لکھا ہے کہ توبہ سے نمازوں کی تاخیر کی معصیت معاف ہوگی اور فوراً" ادا کرنا لازم ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر پھر قضاء کرنے میں تاخیر کی تو از سر نو گنہگار ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴ ص ۳۳۶) اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں حقوق اللہ کے معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذنوب معاف ہوتے ہیں نہ کہ طاعات۔ سو نماز طاعات میں سے ہے اور اس کا بدل ممکن اور مشروع ہے لہٰذا قضاء واجب ہوئی۔ پھر قضاء کا بدل فدیہ ہے۔ اگر قضاء پر قدرت نہ ہوئی، فدیہ واجب ہوگا یا اس کی وصیت۔ اگر اس پر بھی قدرت نہ ہوئی یا وسعت نہ ہوئی نہ اس کا کوئی بدل ہے، اب یہ کوتاہی ذنب محض رہ گئی، یہ توبہ سے معاف ہونے کی امید گاہ ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۳۸) یعنی جب تک قضاء پر قدرت ہے، اس وقت تک قضاء ہی ضروری ہوگی۔

ایک اور غلط فہمی اور اس کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہے اس میں نماز پڑھنے کا ثواب پانچ سو نمازوں کا اور مسجد نبوی میں ایک ہزار یا پچیس ہزار یا پچاس ہزار کا (باختلاف الروایات) اور مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور رمضان المبارک میں ہر فرض ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے تو جو شخص عمرہ یا حج کرتا ہے تو وہ مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کو اتنا ثواب حاصل ہو گیا کہ ساری زندگی کی نمازوں سے بھی بڑھ گیا۔ اسی طرح جو شخص رمضان

المبارک میں نمازیں پڑھ لیتا ہے تو اس کی نمازوں کا ثواب سال بھر کی نمازوں سے بڑھ جاتا ہے اس لیے اگر وہ شخص باقی دنوں میں نماز نہ بھی پڑھے تو کوئی بات نہیں۔ یہ نظریہ بھی بالکل غلط ہے۔ یہ غلط فہمی ہی نہیں بلکہ شیطانی وسوسہ ہے اس لیے کہ حضرات فقہاء کرامؒ نے تصریح فرمائی ہے اور خود مولانا عبد الحیٔ صاحب لکھنوی ؒ نے بھی اپنے اس رسالہ میں وضاحت فرمائی ہے کہ کسی عبادت کا ثواب زیادہ مل جانا انعام ہے۔ انعام سے ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی۔ مثلاً" رمضان المبارک کی نماز کا ثواب ستر گنا ہے تو یہ انعام ہے اس کو ستر نمازوں کی جگہ شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس کی وجہ سے آدمی ستر نمازوں کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتا ہے بلکہ یہ ایک ہی نماز کا ثواب ہوگا اور آدمی ایک ہی نماز کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگا۔ اور اس کی وجہ سے نمازوں کو چھوڑنے والا تارک صلوٰۃ ہی شمار ہوگا۔ پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ حضور علیہ السلام اور حضرات صحابہ کرامؓ مسجد حرام' مسجد نبوی اور رمضان المبارک میں نمازیں پڑھتے رہے اس کے باوجود کبھی زندگی بھر نماز کو ترک نہیں کیا۔ اگر ترک کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو کبھی تو ترک کی ہوتی۔ جب کبھی ترک نہیں فرمائی تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نماز چھوڑنے کی قطعاً" گنجائش نہیں ہے۔ اور پھر یہ بات بھی انتہائی غلط فہمی اور شیطانی وسوسہ ہے کہ کوئی بندہ اس دنیا میں یوں حساب لگانے لگ جائے کہ میری نماز ستر نمازوں کے برابر یا پچاس ہزار اور ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے لہٰذا باقی دنوں کی نمازیں چھوڑ کر حساب برابر کرا لیا جائے گا۔ یہ بالکل شیطانی وسوسہ ہے اس لیے کہ کس کو معلوم ہے کہ مجھے اپنی نماز کا اتنا بدلہ ملے گا۔ اس لیے کہ عمل کے ثواب کا مدار صحیح اعتقاد' اخلاص نیت اور خشوع پر ہے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا' آپؐ فرماتے تھے ان الرجل لینصرف وما کتب له الا عشر صلوته تسعها ثمنها سبعها سدسها خمسها ربعها ثلثها نصفها (ابوداؤد ۱/۱۱۵) بیشک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لیے نماز کا صرف دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اور کسی کے لیے نواں حصہ' کسی کے لیے آٹھواں' ساتواں' چھٹا' پانچواں' چوتھائی' تہائی اور کسی کے لیے آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔ یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے' اتنا ہی اجر وثواب ملتا ہے۔ اسی طرح طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا خلاصہ یہ

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کو پوری توجہ سے نہیں پڑھتا تو وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ (الحدیث)

اور پھر صحیح روایات میں آتا ہے کہ جب بندہ کی نماز کا حساب لیا جائے گا اور نماز میں نقصان ہوگا تو اس کی تلافی نوافل سے کی جائے گی۔ (ترمذی ج ۱ ص ۸۷۔ نسائی ج ۱ ص ۸۱ وغیرہ) اسی لیے حضرات فقہاء اسلام فرماتے ہیں کہ آدمی کو فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل بھی بکثرت ادا کرنے چاہئیں تا کہ ان کی وجہ سے فرضوں میں پائے جانے والے نقصان کی تلافی ہو سکے۔

بندے کی نماز کو قبول کر کے اجر وثواب سے نوازنا تو محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ بندے کا خود اپنے عمل کا حساب کر کے اپنے لیے اجروثواب متعین کرنا اور پھر اس کی وجہ سے نمازوں کو چھوڑنا بالکل شیطانی وسوسہ ہے۔ حضور علیہ السلام اور حضرات صحابہ کرامؓ نے نمازوں اور دیگر اعمال کے اجر وثواب کو بیان فرمایا اور اس کے باوجود کسی وقت بھی نماز ترک کرنے کی گنجائش نہیں دی۔ اس لیے کسی کو شیطانی وسوسہ میں نہیں آنا چاہئے بلکہ نمازوں کی صورت میں جو ذمہ داری ہے' ان کو ادا کر کے ان سے فارغ ہونا چاہئے اور اپنے اعمال قبول کر لینے کی درخواست اور دعاء رب تعالیٰ سے کرتے رہنا چاہئے۔

فوت شدہ نمازوں کے بارے میں صحیح نظریہ

اگر کسی آدمی کے ذمہ فوت شدہ نمازیں ہوں تو ان کی قضاء لازم ہے۔ ان کی قضاء کرے اور نمازوں کو بروقت ادا نہ کر سکنے کی جو کوتاہی ہوئی' اس کی رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔ فوت شدہ نمازوں سے متعلق بعض ضروری مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۱ : اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی ہر وقت میں فوت شدہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اوقات مکروہہ یہ ہیں : سورج طلوع ہونے کا وقت' غروب ہونے کا وقت اور استواء کا وقت یعنی زوال سے پہلے جب سورج بالکل سنٹر میں ہوتا ہے۔ طلوع فجرؔ کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد عام نوافل پڑھنا ممنوع ہے مگر فوت شدہ نمازوں کی قضاء درست ہے۔

مسئلہ ۲ : نوافل بکثرت ادا کرنے کی بہ نسبت فوت شدہ نمازوں کا پڑھنا افضل ہے۔ اس لیے کہ فوت شدہ نمازیں ذمہ میں قرض کی طرح ہیں تو جیسے نفلی صدقات ادا

کرنے سے قرض کا ادا کرنا افضل ہے اسی طرح نوافل کی بہ نسبت فوت شدہ نمازوں کا ادا کرنا افضل ہے۔

مسئلہ ۳: فوت شدہ نمازوں کے صرف فرائض اور وتروں کی قضاء کرنی چاہیئے۔ سنتوں کی قضا نہیں ہے البتہ اگر کسی کی فجر کی نماز سنتوں سمیت رہ جائے اور وہ اسی دن سورج طلوع ہونے کے بعد زوال سے پہلے پہلے اس کی قضاء کرتا ہے تو ساتھ فجر کی سنتیں بھی پڑھے جیسا کہ لیلة التعریس کے واقعہ میں حضرات صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے۔ اور اگر زوال کے بعد قضاء کرے تو صرف فرضوں کی قضاء کرے۔

مسئلہ ۴: وقتی نمازوں کے ساتھ جو سنن موکدہ ہیں ان کو اور وتروں کو قضاء نماز کی وجہ سے نہ چھوڑنا چاہیئے مثلاً ظہر کی وقتی نماز پڑھتا ہے اور اس کی سنتیں پڑھنے کی بجائے قضاء نماز پڑھتا ہے تو ایسا نہ کرنا چاہیئے بلکہ وقتی نماز کے ساتھ جو سنتیں ہیں' ان کو بھی پڑھنا چاہیئے۔

مسئلہ ۵: اگر کوئی شخص فجر کی سنتیں پڑھتا ہے یا ظہر و عشاء سے پہلے یا بعد کی سنتیں پڑھتا ہے اور ان میں ساتھ ہی قضاء نماز کی نیت کر لیتا ہے تو یہ درست نہیں ہے بلکہ سنتیں علیحدہ پڑھے اور فوت شدہ نمازیں ان کی نیت ہی سے پڑھے۔

مسئلہ ۶: عوام میں یہ مشہور ہے کہ اگر کسی شخص کی کئی دنوں کی نمازیں فوت ہو گئی ہوں تو ہر دن ایک نماز کے ساتھ ایک نماز ادا کی جائے۔ مثلاً" فجر کے ساتھ فوت شدہ ایک فجر کی اور ظہر کے ساتھ ظہر کی اور اسی طرح باقی نمازوں میں۔ مگر یہ ضروری نہیں ہے بلکہ آدمی ایک ہی وقت میں کئی دنوں کی فوت شدہ نمازیں بھی پڑھ سکتا ہے مثلاً" فجر کے وقت میں ایک دن کی ترتیب وار پانچ نمازیں پڑھے اور پھر دوسرے تیسرے دن کی اسی طرح پڑھے تو درست ہے بلکہ یہ بہتر ہے تا کہ آدمی جلدی ذمہ سے عہدہ برآ ہو جائے۔

مسئلہ ۷: بلا عذر نماز کو اپنے وقت میں نہ پڑھنا گناہ ہے اور اس کی قضاء کرنا لازم ہے اس لیے حضرات فقہاء کرامؒ نے فرمایا ہے کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاء مسجد میں کرنا مکروہ ہے اس لیے کہ اس میں اپنے گناہ کو ظاہر کرنا ہے۔ اور اگر کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ شخص قضاء نماز پڑھ رہا ہے یا کہ نوافل ادا کر رہا ہے تو ایسی صورت میں

مسجد میں قضاء کو بھی درست کہا گیا ہے۔

مسئلہ ۸ : اگر کسی شخص کی کسی دن پانچ سے کم نمازیں رہ گئی ہوں تو وہ پہلے فوت شدہ نمازوں کو ادا کرے اور اس کے بعد وقتی نماز پڑھے اور اگر پانچ سے زیادہ نمازیں فوت ہوں تو پھر فوت شدہ کو پہلے پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر وقتی نماز پہلے ادا کرلی اور قضاء نمازیں اس کے بعد پڑھتا ہے تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ ۹ : صاحب ترتیب آدمی کے لیے پہلے فوت شدہ نماز کو پڑھنا ضروری ہے اور صاحب ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ کوئی نماز نہ ہو یا پانچ سے کم فوت شدہ نمازیں ہوں۔ اگر صاحب ترتیب کو فوت شدہ نمازیں یاد ہوں اور اس کے باوجود وہ وقتی نماز پڑھتا ہے تو یہ درست نہیں بلکہ وہ وقتی نماز فاسد ہوگی۔ وہ شخص پہلے فوت شدہ پڑھے اور پھر وقتی نماز کو دوبارہ پڑھے مثلاً ایک آدمی صاحب ترتیب ہے' اس کی فجر کی نماز رہ گئی اور ظہر کا وقت آگیا اور اس کو فجر کی فوت شدہ نماز یاد ہے اس کے باوجود وہ پہلے ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو یہ ظہر کی نماز فاسد ہوگی۔ وہ پہلے فجر کی فوت شدہ پڑھے اور ظہر کی نماز کو دوبارہ پڑھے۔ اور اگر وقتی نماز پڑھتے وقت اس کو فوت شدہ نماز یاد نہ رہی یا وقت کم باقی رہ گیا جس میں دو نمازیں نہیں پڑھی جا سکتیں تو ایسی صورت میں وہ پہلے وقتی نماز پڑھ لے اور بعد میں فوت شدہ کی قضاء کرے تو درست ہے۔ اس حالت میں اس کے لیے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اور اگر صاحب ترتیب کی ایک یا دو نمازیں رہ گئیں اور وہ ان کو قضا کرنے سے پہلے وقتی نمازیں پڑھتا رہا اور پانچ سے زائد وقتی نمازیں پڑھ لیں اور ان کے بعد وہ قضاء پڑھتا ہے تو وقتی نمازیں درست ہوں گی اور وہ صاحب ترتیب نہ رہے گا اور جب وہ فوت شدہ نمازیں پوری کرلے گا تو پھر صاحب ترتیب ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱۰ : اگر کسی شخص کی کئی دنوں یا کئی مہینوں یا کئی سالوں کی نمازیں فوت ہو چکی ہوں اور اس کو دن اور تاریخ یاد ہو تو تعین کر کے ان کو پڑھے یعنی فلاں سال فلاں تاریخ کی فجر کی نماز پڑھتا ہوں جو قضاء کی صورت میں میرے ذمہ ہے۔ اور اگر اس کو تاریخ وغیرہ یاد نہ ہو یا نمازیں اتنی کثرت سے ہوں کہ وہ حتمی فیصلہ نہ کر سکے کہ کتنی ہیں تو پہلے ان کا تخمینہ کرے کہ کتنی ہیں اور پھر اس طرح نیت کر کے قضاء نمازیں تخمینہ کے مطابق مکمل کرے کہ فجر کی پہلی نماز جو میرے ذمہ ہے وہ پڑھتا

ہوں۔ پھر اسی طرح ظہر اور باقی نمازوں کو پڑھے۔ اور ہر نماز کے ساتھ پہلی جو میرے ذمہ ہے' کی نیت کر کے پڑھتا رہے یہاں تک کہ جو تخمینہ اس نے لگایا تھا' اس کے مطابق اس کی نمازیں مکمل ہو جائیں۔ اور ان نمازوں میں تاخیر کرنے کے گناہ کی رب تعالیٰ سے معافی مانگے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت مولانا عبد الحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ میں

حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحیٔ بن مولانا عبد الحلیمؒ فرنگی محلی حنفی ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔ فنی علوم اپنے والد صاحب سے حاصل کیے اور سترہ (۱۷) سال کی عمر میں فارغ ہو کر درس وتدریس و تصنیف میں مشغول ہو گئے اور بے شمار علماء وطلبہ نے ان کے درس وتصانیف سے استفادہ کیا۔ بہت تھوڑی عمر میں اتنے کام کر گئے کہ حیرت ہوتی ہے۔ صرف چالیس سال عمر پائی۔ آپ کی وفات ۱۳۰۴ھ کو ہوئی۔ آپ کی تصانیف نہایت گراں قدر علمی جواہر سے مرصع ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد ستاسی (۸۷) بتلائی گی ہے اور مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں ان کتابوں کے نام تحریر ہیں۔ آپ کی کتابوں میں سے دو کتابیں ابراز الغی اور تذکرۃ الراشد مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان مرحوم کے رد اور ان کی تصانیف کے اغلاط کے بیان میں ہیں۔ کم عمری کے باوجود آپ کا حلقہ درس بہت وسیع اور نہایت کامیاب تھا۔ فارغ التحصیل علماء کرام تکمیل کے لیے آپ کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے۔ علامہ کوثریؒ نے نصب الرایہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ شیخ محمد عبد الحیٔ لکھنویؒ اپنے زمانہ میں احادیث احکام کے بہت بڑے عالم تھے لیکن آپ کی کچھ آراء شاذہ بھی ہیں جو مذہب میں درجہ قبول سے نازل ہیں اور کچھ کتابوں کے سرسری مطالعہ کی وجہ سے آپ ان کتب سے متاثر ہو گئے تھے اسی لیے بہت سے علماء کرام نے' جو ان کتابوں کے اندرونی حالات سے واقف تھے' انہوں نے حضرت مولانا عبد الحیٔ صاحبؒ کے ان کتابوں سے متاثر ہونے کو ان کے علم وفضل کے منصب عالی سے فروتر قرار دیا ہے۔ (ملخص از مقدمہ انوار الباری)

احقر حافظ عبد القدوس قارن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی ازال امور الجاھلیة ببعثة خیر البریة وجعل لمن تبعه وسلک مسلکه الدرجات العلیة اشھد انه لا اله الا ھو وحده لا شریک له وان محمدا عبده ورسوله شھادة تنجینا من الدرکات الدنیة واصلی واسلم علیه وعلی آله وصحبه الھادین الی السنن المرضیة القامعین للبدعات الردیة وعلی من تبعھم باحسان الی یوم حساب الاعمال الجلیة والخفیة وبعد فیقول الراجی عفو ربه القوی ابو الحسنات محمد عبد الحئی اللکنوی ھذہ رسالة وجیزة عجالة مفیدة مسماة بردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان الفنھا حمایة للسنة المحمدیة ونصرة للطریقة الاحمدیة سائلا من اللّٰہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے تمام مخلوق میں سے سب سے بہتر شخصیت کو مبعوث فرما کر جاہلیت کے امور کو ملیا میٹ کر دیا اور اس کے پیروکاروں اور اس کا طریق کار اپنانے والوں کے لیے بلند درجات بنائے۔ میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ ذات وصفات میں یگانہ ہے' اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور بیشک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں' ایسی گواہی جو ہمیں گھٹیا مراتب سے نجات دے اور میں درود وسلام پڑھتا ہوں اس (رسول) پر اور اس کی آل واصحاب پر جو پسندیدہ سنتوں کی جانب راہنمائی کرنے والے اور ہلاکت میں ڈالنے والی بدعات کا قلع قمع کرنے والے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جنہوں نے مخفی اور واضح اعمال کے حساب کے دن (قیامت) تک احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی۔

اما بعد ! پس اپنے قوت والے پروردگار کی معافی کا امیدوار ابو الحسنات محمد عبد الحئی لکھنوی کہتا ہے کہ یہ مختصر سا رسالہ اور مفید پیشکش ہے جس کا نام ردع الاخوان عن محدثات آخر جمعة رمضان ہے۔ (رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے

تعالی ان یجعلها ویجعل سائر تصانیفی نافعة للبریة وموجبة لفوزی بالمراتب السنیة اعلم انهم قد احدثوا فی آخر جمعة شهر رمضان امورا مما لا اصل لها والتزموا امورا لا اصل للزومها فاردت ان اکشف القناع عنها و احقق ما لها وما علیها وابین ما جاز منها وما لم یجز منها مع الانصاف الذی هو خیر الاوصاف والتجنب عن طریق الافراط والتفریط الموجبین للاعتساف فمنها القضاء العمری حدث ذلک فی بلاد خراسان واطرافها وبعض بلاد الیمن واکنافها ولهم فی ذلک طوق مختلفة ومسالک متشتتة فمنهم من یصلی فی آخر جمعة رمضان خمس صلوات قضاء باذان واقامة مع الجماعة ویجهرون فی الجهریة ویسرون فی السریة وینوون لها

دن کی جانے والی بدعات سے مسلمان بھائیوں کو روکنا) میں نے اس کو سنت محمدیہ کی حمایت اور احمدی طریقہ کی تائید کے لیے لکھا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اور میری باقی تمام تصانیف کو مخلوق کے لیے نافع اور بلند مراتب سے نوازنے کے ساتھ میری کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

آپ اس بات کو اچھی طرح جان لیں کہ۔ رمضان المبارک کے مہینہ کے آخری جمعہ میں لوگوں نے کچھ ایسی بدعات ایجاد کی ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور وہ بعض ایسے امور کا التزام کرتے ہیں جن کے لزوم پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

پس میں نے چاہا کہ ان بدعات سے پردہ ہٹاؤں اور ان کے فوائد اور نقصان کی حقیقت واضح کروں اور ان میں سے جائز اور ناجائز کی وضاحت انصاف کے ساتھ کروں جو کہ بہترین وصف ہے' اور افراط و تفریط کے دونوں پہلوؤں سے اجتناب کروں جو کہ پشیمانی کا موجب ہیں۔

قضاء عمری کی بدعت

پس ان بدعات میں سے ایک قضاء عمری ہے۔ یہ بدعت خراسان کے علاقہ اور اس کے اطراف میں اور یمن کے بعض شہروں اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں

بقولهم نويت ان اصلی اربع رکعات مفروضة قضاء لما فات من الصلوات فی تمام العمر مما مضی ویعتقدون انها کفارة لجمیع الصلوات الفائتة فیما مضی ومنهم من یصلی اربع رکعات نفلا مع الجماعة تداعیا وینوون بقولهم نويت ان اصلی اربع رکعات تقصیرا وتکفیرا لقضاء ما فات منی فی جمیع عمری صلوة النفل و منهم من زاد نغمة واعتقد انها کفارة لفوائت آباء ہ واجدادہ ایضا وقد نقلوا لاثبات ما فعلوا عبارات وذکروا فیہ روایات ففی زاد اللبیب ذکر نماز کفارہ نمازہا کہ قضا شدہ باشند از نسخہ شیخ الاسلام والمسلمین رئیس الاولیاء ومقتدی الاوتاد شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ کہ برائے سلطان قطب الدین تبرک و ہدیہ آوردہ بودند واسناد ایں نماز از حضرت رسالت پناہ ﷺ منقولست ہر کہ را نمازہا قضا شدہ باشند و نداند

رائج ہے۔ اور ان کے اس کے بارہ میں طریقے بھی مختلف ہیں اور نظریات بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

پہلا نظریہ : پس ان میں سے کچھ لوگ تو رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو قضاء کی نیت سے پانچ نمازیں باجماعت اذان واقامت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور جہری نمازوں (فجر' مغرب اور عشاء) میں قراءت جہر سے اور سری نمازوں (ظہر وعصر) میں قراءت آہستہ کرتے ہیں اور یہ نماز پڑھنے والا ان الفاظ کے ساتھ نیت کرتا ہے کہ میں چار رکعت فرض ان تمام نمازوں کی قضا کی نیت سے پڑھتا ہوں جو زندگی بھر مجھ سے چھوٹ گئی ہیں اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ نماز اس کی تمام اس جیسی نمازوں کی کفارہ بن جاتی ہے جو اس کی قضا ہو گئی تھیں۔ (مثلاً" فجر پڑھنے سے فجر کی تمام قضا شدہ نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور اسی طرح دوسری ہر نماز کے بارہ میں یہ اعتقاد رکھتے تھے)

دوسرا نظریہ : اور ان میں سے کچھ لوگ نفل کی نیت سے جماعت کے ساتھ چار رکعت ادا کرتے ہیں اور اس کے لیے لوگوں کو بلایا جاتا ہے اور وہ ان الفاظ سے نیت کرتے ہیں کہ میں اپنے ذمہ سے بوجھ کم کرنے اور اپنی زندگی میں تمام فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر چار رکعت نفل نماز پڑھتا ہوں۔

کہ اعداد چند است باید کہ روز جمعہ چار رکعت نفل بیک سلام بگزارد ودر ہر رکعت بعد از فاتحہ آیۃ الکرسی ہفت بار وانا اعطینا پانزدہ بار بخواند وامیر المومنین علیؓ گفت از پیغمبر شنیدہ ام اگر ہفت صد سال نماز وے قضاء شدہ باشد کفارہ شود یاران گفتند یا رسول اللہ عمر آدمی ہفتاد و یا ہشتاد سال است چندیں صفت چیست؟ رسول اللہؐ فرمود نمازے کہ او قضاء کردہ باشد ونماز مادر وپدر ونمازہا کہ از فرزندان او قضا شدہ اند ہمہ قبول افتند ونیت ایں نماز ایں است نویت للہ ان اصلی اربع رکعات تقصیرا او تکفیرا لقضاء ما فات منی فی جمیع عمری صلوۃ نفل انتھی ومثلہ فی انیس الواعظین و حاصل ما فیہ معربا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من فاتنہ صلوات ولا یدری عددھا فلیصل یوم الجمعۃ اربع رکعات نفلا بسلام واحد ویقرء فی کل رکعۃ بعد

تیسرا نظریہ : اور ان میں سے کچھ لوگ ترنم کے انداز میں کچھ پڑھنے کا اضافہ کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ چار رکعات صرف ان کی ہی نہیں بلکہ انؓ کے آباؤ اجداد کی فوت شدہ نمازوں کا بھی کفارہ بن جاتی ہیں اور اپنے اس عمل کے اثبات کے لیے کچھ بزرگوں کی عبارات نقل کرتے ہیں اور اس بارہ میں کچھ روایات بھی ذکر کرتے ہیں۔

قضاء عمری کے دلائل

پہلی دلیل : پس زاد اللبیب میں ہے کہ فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کی نماز کا ذکر شیخ الاسلام والمسلمین رئیس الاولیاء اور بڑے بڑے لوگوں کے پیشوا شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہ کی ان کتابوں میں سے ایک کتاب سے ہے جو کہ سلطان قطب الدین کو تبرک اور ہدیہ پیش کی گئی تھیں۔ اور یہ نماز حضور نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ جس شخص کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور وہ جانتا نہ ہو کہ ان فوت شدہ نمازوں کی تعداد کتنی ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ جمعہ کے دن چار رکعت نفل ایک سلام سے ادا کرے

الفاتحة آیة الکرسی سبع مرات وانا اعطینک الکوثر خمس عشر مرة قال علی بن ابی طالب سمعت رسول اللّٰہ ان فاتته صلوات سبعمائة سنة کانت هذه الصلوة کفارة لها قالت الصحابة انما عمر الانسان ای من هذه الامة سبعون سنة او ثمانون فقال رسول اللّٰہ کانت کفارة لما فاته وما فات من الصلوات من ابیه وامه ولفوائت اولاده ونیة هذه الصلوة ان یقول نویت ان اصلی اربع رکعات تقصیرا وتکفیرا لقضاء ما فات منی فی جمیع عمری صلوة نفل متوجها الی الکعبة وفی اوراد راحة العابدین در مصابیح مذکوره ست ہر کہ در آخر روز جمعہ از ماہ رمضان چار رکعت نماز گزارد پیش از نماز ظہر کہ آنرا قضائے عمری نامند گویند در جمیع عمرش کہ نماز ناقص شدہ باشد بجا می آید وازیں نماز ادا شوند بیشک گفتہ اند

اور ہر رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سات مرتبہ آیت الکرسی اور پندرہ مرتبہ سورۃ الکوثر پڑھے اور امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر ﷺ سے سنا ہے کہ اگر سات سو سال کی نمازیں بھی قضا ہو گئی ہوں تب بھی یہ چار رکعت ان کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ ساتھیوں نے کہا یا رسول اللہ آدمی کی عمر ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) سال ہے تو اس نماز کے اس قدر درجہ کا مطلب کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی اور اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد کی جو نمازیں قضا ہو گئی ہوں' یہ چار رکعت ان سب کی جانب سے کفارہ بن جاتی ہیں اور سب کی جانب سے قبول ہو جاتی ہیں۔ اور اس نماز کی نیت یہ ہے "میں اپنے ذمہ سے بوجھ کم کرنے اور اپنی ساری زندگی کی قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے چار رکعت نماز نفل اللہ کے لیے ادا کرتا ہوں۔" انتھی (یہاں تک زاد اللبیب کی عبارت مکمل ہو گئی)

دوسری دلیل: اور اسی کے مثل انیس الواعظین میں ہے۔ اور عربی زبان میں اس کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کی نمازیں فوت ہو جائیں اور وہ ان کی تعداد نہ جانتا ہو تو چاہئے کہ وہ جمعہ کے دن چار رکعت نفل ایک سلام کے ساتھ پڑھے اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی

اتفاقیست و کدامی از اہل سنت والجماعت در وے اختلاف نکردہ اند و نخواہند کرد و ہر کہ ابا کند ضال و مضل ست واز دائرہ اسلام خارج واما در ادا کردن بجماعت اختلاف ست میان علماء بعضے می گویند بجماعت مکروہ است گزاردن وے کہ ادائے نفل بامامت مکروہ است وبعضے می گویند کہ گزاردن او بوصف مذکورہ مکروہ نیست کہ دریں نماز مدخل فوائت ست وبریں قول گزاردن فوائت بجماعت صحیح غیر مکروہ است چنانچہ در کتب فقہ مشہور ست و بریں فتوٰی دادہ خلف بن ایوب کہ یکے از تلامذہ امام اعظم ست ودر فتاوٰی واجد الدین نسفی در باب نوافل ست کہ در بلاد عرب اولی آنست کہ یگان یگان گزارند کہ ایشان در کلام و زبان فصاحت و بلاغت دارند و قراءۃ قرآن بخوبی می کنند اما در بلاد عجم علی الخصوص در عہد ملایان اصح واولی آنست کہ بجماعت گزارند کہ اکثر عجم از قدر قرآن قدر ما یجوز بہ الصلوۃ ندانند ومخارج حروف نشناسند انتہی و حاصل ما

سات مرتبہ اور سورۃ الکوثر پندرہ مرتبہ پڑھے۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ اگر سات سو سال کی نمازیں بھی فوت ہو جائیں تو یہ نماز ان تمام کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ صحابہؓ نے کہا کہ اس امت کے افراد کی عمریں تو ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) سال ہوں گی (تو پھر سات سو سال کی نمازوں کا کفارہ بن جانے کا کیا مطلب ہے؟) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ نماز ان کی اور اس کے ماں باپ اور اس کی اولاد کی قضا شدہ نمازوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اور اس نماز کی نیت یہ ہے کہ کہے کہ "کعبہ کی جانب منہ کرتے ہوئے اپنے ذمہ سے بوجھ کم کرنے اور اپنی ساری عمر کی فوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے لیے چار رکعت نفل ادا کرتا ہوں"؟

تیسری دلیل: اور اوراد راحۃ العابدین میں ہے کہ مصابح میں مذکور ہے کہ جس شخص نے ماہ رمضان کے آخری جمعہ کو ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت نماز ادا کی جس کو قضاء عمری کہتے ہیں تو اس کی ساری عمر میں جتنی نمازیں فوت ہوئی ہوں تو وہ برابر ہو جاتی ہیں اور اس نماز سے ادا ہو جاتی ہیں۔ اور بیشک کہتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے اور اہل سنت والجماعت میں سے کسی نے بھی اس کے بارہ میں نہ اختلاف کیا ہے اور نہ کریں گے۔ جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے اور

فیه معربا من صلی فی آخر جمعة من رمضان اربع رکعات قبل الظهر وهو المسمی بالقضاء العمری کانت کفارة لفوائت جمیع عمره قالوا وهذا لا شبهة فیه وهو اتفاقی لم یختلف فیه احد من اهل السنة والجماعة ولا یختلفون ومن انکره فهو ضال مضل و خارج عن دائرة الاسلام واما اداؤها بالجماعة ففیه اختلاف قال بعضهم اداؤها بالجماعة مکروه لان اداء النفل بالجماعة مکروه وقال بعضهم لا یکره اداء الصلوة المذکورة بالوصف المذکور بالجماعة لان فیه دخلا للفوائت واداء الفوائت بالجماعة صحیح غیر مکروه علی ما فی کتب الفقه وبه افتی خلف بن ایوب احد تلامذة الامام الاعظم و ذکر فی فتاوی واجد الدین النسفی ان الاولٰی فی بلاد العرب ان

دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور رہا اس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا تو اس بارہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے کیونکہ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کی وصف جو بیان کی گئی ہے اس کی وجہ سے اس کو باجماعت ادا کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ نماز فوت شدہ نمازوں میں داخل ہے اور اس قول کی وجہ یہ ہے کہ فوت شدہ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا صحیح غیر مکروہ ہے جیسا کہ فقہ کی کتابوں میں مشہور ہے اور اسی پر خلف بن ایوب نے فتوئ دیا ہے جو کہ امام اعظمؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

چوتھی دلیل: اور واجد الدین نسفی کے فتاوئ میں نوافل کے باب میں ہے کہ عرب کے علاقہ میں بہتر یہ ہے کہ اس (قضاء عمری کی رکعات) کو اکیلے اکیلے ادا کریں کیونکہ یہ لوگ کلام اور زبان میں فصاحت اور بلاغت رکھتے ہیں اور قرآن کو اچھی طرح پڑھتے ہیں۔ بہرحال عرب کے علاوہ دیگر علاقوں میں بالخصوص ہمارے زمانہ میں زیادہ صحیح اور بہتر یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ ادا کریں کیونکہ عجم (غیر عرب) کے اکثر لوگ قرآن کو اس انداز سے نہیں پڑھ سکتے کہ اس کے ساتھ نماز جائز ہو سکے اور

یودوها فرادی فرادی لکونهم فصحاء وبلغاء ویقرؤن القرآن باحسن
وجه واما فی بلاد العجم لا سیما فی زماننا فالاصح والاولی ان
یؤدوها بالجماعة لان اکثرهم لا یعرفون مخارج الحروف ولا یقرؤن
القرآن علی الوجه الحسن وفی مفتاح الجنان فضیلت نمازہا کہ قضا بسیار
شدہ باشند وعدد آن نداند روز جمعہ پیش از نماز جمعہ یا ہر وقتے کہ تواند چار رکعت نماز
بیک سلام بگزارد ودر ہر رکعت بعد از فاتحہ آیۃ الکرسی یک بار وسورۃ الکوثر پانزدہ
بار بخواند۔ ابو بکر صدیق گفت من شنیدم از رسول ہر کہ ایں نماز بگزارد دو بست
سال نمازہا کفارہ شوند و بروایت عمرؓ چار صد سال نماز قضا کفارت شوند وبروایت عثمانؓ
شش صد سال نمازہا کفارت شوند وبروایت علیؓ ہفت صد سال نمازہا کہ قضا شدہ باشند
کفارت شوند یاران پرسیدند یا رسول اللہ عمر آدمی ہفتاد یا ہشتاد سال باشد چندیں نماز

حروف کے مخارج کو بھی نہیں پہچانتے۔ انتھی (یہاں تک اوراد راحة العابدین
کی عبارت مکمل ہو گئی) اور عربی زبان میں اس کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے (آگے عربی
عبارت پیش کی ہے جس کا ترجمہ وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ مترجم)

پانچویں دلیل: اور مفتاح الجنان میں اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جب
فوت شدہ نمازیں بہت سی ہوں اور ان کی تعداد نہ جانتا ہو تو جمعہ کے دن جمعہ کی نماز
سے پہلے یا جس وقت بھی ہو سکے، چار رکعت ایک سلام کے ساتھ ادا کرے اور ہر
رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک دفعہ آیت الکرسی اور پندرہ دفعہ سورۃ الکوثر پڑھے۔
حضرت ابوبکرؓ صدیق نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جس نے یہ نماز ادا
کی تو یہ نماز بائیس سال کی نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی روایت کے
مطابق چار سو سال کی نمازوں کا اور حضرت عثمانؓ کی روایت کے مطابق چھ سو سال کی
نمازوں کا اور حضرت علیؓ کی روایت کے مطابق سات سو سال کی فوت شدہ نمازوں کا
کفارہ بن جاتی ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ، آدمی کی عمر ستر (۷۰) یا اسی (۸۰)
سال ہوگی تو اس قسم کی نماز کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی اپنی اور اس کے ماں باپ اور
دادا پردادا اور اولاد کی نمازوں کا کفارہ بھی بن جاتی ہے۔ انتھی (یہاں تک مفتاح

چیست؟ فرمود نماز ہائے مادر وپدر وجد وخویش وفرزندان کفارت شوند وقبول افتد

انتهى و حاصله معربا ان من فائت له صلوات كثيرة ولا يعلم عددها فليصل يوم الجمعة قبل صلوة الجمعة او اى وقت شاء اربع ركعات بتحريمة واحدة ويقرء فى كل ركعة بعد الفاتحة آية الكرسى مرة وسورة الكوثر خمس عشر مرة قال ابو بكرؓ سمعت رسول الله من صلى هذه كانت له كفارة لصلوات اثنتين وعشرين سنة وفى رواية عمرؓ لصلوات اربع مائة سنة وفى رواية عثمانؓ لصلوات ست مائة سنة وفى رواية علىؓ لصلوات سبع مائة سنة قالوا يا رسول الله انما عمر الانسان سبعون او ثمانون فقال تكون هذه الصلوة كفارة لصلواته الفائتة وفوائت امه وابيه وجده وابنائه وصهره وهذه العبارات قد

الجنان کی عبارت مکمل ہو گئی) اور عربی میں اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے (آگے عربی پیش کی ہے جس کا ترجمہ وہی ہے جو بیان ہوا۔ عربی عبارت میں وصهره کے الفاظ بھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قضاء عمری کی چار رکعت ادا کرنے والے کے ماں باپ' دادا پردادا اور اولاد کے علاوہ سسرالی اور دامادی رشتہ داروں کی فوت شدہ نمازوں کا بھی یہ نماز کفارہ بن جاتی ہے۔ مترجم)

اور یہ عبارات مجھے بہت بڑے فاضل جلیل القدر عالم المولوی ابو الطیبات احمد بن المولوی عبد اللہ سکندر پوری ہزاروی نے بتائیں جبکہ وہ میرے پاس شرح ملخص چغمینی وغیرہ جیسی کتابوں کی تکمیل کے لیے حاضر ہوئے اور میرے حلقہ درس میں کافی مدت تک رہے اور اس عرصہ میں جو حاصل کرنا تھا' وہ میرے ہاں انہوں نے حاصل کیا۔ اور وہ رسالہ (جس کی یہ عبارات ہیں) اس علاقہ میں بہت ہی قابل قدر تالیف سمجھا جاتا ہے۔ اور اس نے مجھے بتایا کہ اس کے شہر کے آس پاس کے عوام بلکہ اس کی رہائش گاہ کے پہلو میں کچھ خواص بھی بڑے اہتمام سے اس نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور اس کو التزام سے ادا کرتے ہیں بلکہ ان میں سے بعض تو جان بوجھ کر اپنی نمازیں اس خیال سے قضا کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں قضاء عمری پڑھ

اوقفنی علیها الفاضل النبیل العالم الجلیل المولوی ابو الطیبات احمد ابن المولوی عبد اللّٰہ السکندر فوری الهزاروی حین حضر عندی لتکمیل بقیة کتبه کشرح ملخص الچغمینی وغیر ذلک وقام فی مجالس درسی مدة وحصل عندی ما حصل برهة وهو الذی اثر علی التالیف رسالة فیما هنا لک وذکر لی ان عوام اطراف بلدته بل بعض خواص اکناف مستقره یهتمون بهذه الصلوة غایة الاهتمام و یودونها بالالتزام بل منهم من یقضی صلواته عمدا ظنا انه یصلی القضاء العمری فی جمعة رمضان فیکون ذلک کفارة واقول معتصما بحبل اللّٰہ المتین کل ما یفعلونه ویعتقدونه من حرکات الغافلین اما صنیعهم من ترک الصلوة عمدا متعمدا" علی القضاء العمری فهو من

لیں گے تو وہ ان نمازوں کا کفارہ ہو جائے گی۔

دلائل کے جوابات

میں اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے کہتا ہوں کہ یہ سارا کچھ جو وہ کرتے ہیں اور اس کا اعتقاد رکھتے ہیں' یہ نادان لوگوں کی حرکات میں سے ہے۔

قضاء عمری کی خاطر جان بوجھ کر نماز قضا کرنا

بہرحال قضاء عمری کی خاطر جان بوجھ کر نمازیں قضا کرنے کی کارروائی تو بہت قبیح بات ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ آدمی اور کفر کو ملانے والی چیز نماز کا چھوڑنا ہے۔ اس روایت کو امام احمدؒ نے نقل کیا ہے اور مسلم کی روایت میں ہے کہ کفر و ایمان اور آدمی کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے (یعنی نماز چھوڑنے والا کفر کی جانب اور نماز ادا کرنے والا ایمان کی جانب ہوگا۔ مترجم)

اور ابوداؤد ونسائی کی روایت میں ہے کہ بندے اور کفر کو ملانے والی چیز صرف

اقبح القبائح فقد ورد عن النبی صلعم بین الرجل والکفر ترک الصلوة اخرجه احمد وفی روایة مسلم بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوة وفی روایة ابی داؤد والنسائی لیس بین العبد وبین الکفر الا ترک الصلوة وفی روایة الترمذی بین الکفر والایمان ترک الصلوة وفی روایة الطبرانی من ترک الصلوة متعمدا فقد کفر جهارا وفی روایة ابن ماجة والبیهقی من ترکها متعمدا فقد برئت منه الذمة وعند البزار سند حسن من ترک الصلوة لقی الله وهو علیه غضبان وعند البزار لا سهم فی الاسلام لمن لا صلوة له ولا صلوة لمن لا وضوء له وفی الباب اخبار کثیرة وآثار شهیرة قال ابن حجر المکی الهیثمی فی الزواجر عن اقتراف الکبائر بعد ذکر کثیر منها

نماز کو چھوڑنا ہے۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز کا چھوڑنا ہے۔ اور طبرانی کی روایت میں ہے جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی، اس نے کھلے طور پر کفر کیا۔ اور ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت میں ہے جس نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے۔ اور مسند بزار میں حسن درجہ کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جس نے نماز کو چھوڑا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ رب تعالیٰ اس پر ناراض ہوں گے۔ اور مسند بزار میں یہ روایت بھی ہے کہ جس نے نماز نہ پڑھی، اس کا اسلام میں کوئی حصہ ہی نہیں ہے اور جس نے وضو نہ کیا تو اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ اس بارہ میں احادیث بکثرت اور مشہور اقوال موجود ہیں۔

ابن حجر المکیؒ الھیثمی نے اپنی کتاب الزواجر عن اقتراف الکبائر میں اس بارہ میں بہت سے اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ نماز چھوڑنے والے کے کافر ہو جانے کے بارہ میں علماء کا اختلاف ہے اور پہلے بہت سی احادیث میں اس کے کافر اور مشرک ہو جانے کی تصریح گزر چکی ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ اس سے بری ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور یہ بھی کہ بے

اختلف العلماء ومن بعدھم فی کفر تارک الصلوۃ وقد مر فی الاحادیث الکثیرۃ السابقۃ التصریح بکفرہ وشرکہ وخروجہ عن الملۃ وبانہ تبرا منہ ذمۃ اللہ ورسولہ وبانہ یحبط عملہ وبانہ لا دین لہ وبانہ لا ایمان لہ وبنحو ذلک ومن التغلیظات واخذ بظاھرہ جماعۃ من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم فقالوا من ترک صلوۃ متعمدا حتی خرج جمیع وقتھا کان کافرا مراق الدم منھم عمر وعبد الرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابو ھریرۃ وابن مسعود وابن عباس وجابر وابو الدرداء ومن غیر الصحابۃ احمد بن حنبل و اسحق بن

نماز کا نہ کوئی دین ہے اور نہ کوئی ایمان اور اس جیسی اور بھی تشدیدات مذکور ہیں۔

اور حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعین کی ایک جماعت نے ان روایات کے ظاہر کو لیتے ہوئے یہ قول کیا کہ جس نے نماز کو جان بوجھ کر چھوڑا یہاں تک کہ نماز کا سارا وقت نکل گیا تو وہ شخص کافر اور مباح الدم ہو جاتا ہے۔ یہ قول کرنے والے صحابہ میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور صحابہ کے علاوہ دیگر بزرگان دین میں سے امام احمد بن حنبلؒ' امام اسحٰق بن راہویہؒ' امام عبد اللہ بن المبارکؒ' امام نخعیؒ' امام ابن عیینہؒ' امام ایوب سختیانیؒ' امام ابو داؤد الطیالسیؒ' امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ اور زہیر بن حربؒ وغیرہم ہیں۔ یہ سب بزرگ جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے کفر اور اس کے مباح الدم ہونے کے قائل ہیں۔ اور محمد بن نصر المروزی نے فرمایا ہے کہ امام اسحٰق نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔

بہرحال امام شافعیؒ اور دوسرے حضرات اگرچہ تارک صلوٰۃ کے کافر ہونے کے قائل نہیں جبکہ وہ ترک کو حلال نہ سمجھتا ہو' وہ اس کے قائل ہیں کہ ایک نماز کو چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کر دیا جائے۔ پس جب ایک شخص کو وقت کے اندر اندر نماز کا حکم دیا گیا اور اس نے نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت نکل گیا پھر اسے کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا تو اس کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے۔ انتھی (یہاں

راهویه وعبد اللہ بن المبارک. والنخعی وابن عیینة وایوب السختیانی و ابو داؤد الطیالسی وابو بکر بن ابی شیبة وزهیر بن حرب و غیرهم فهولاء الائمة قائلون بکفر تارک الصلوة وبا باحة دمه وقال محمد بن نصر المروزی قال اسحق صح عن النبی صلعم ان تارک الصلوة کافر واما الشافعی وآخرون فانهم وان قالوا بعدم کفره اذا لم یستحل الترک لکنهم قائلون بانه یقتل بترک صلوة واحدة فاذا امر بها فی وقتها حتی خرج ولم یصلها ثم قیل له صلها وابی ضرب عنقه بالسیف انتهی واما اعتقادهم فی ان صلوة رمضان وان کانت فریضة فضلا عن غیرها تعدل کثیرا من الصلوات فهو قبیحة ثانیة قال فی الفتاوی البزازیة لا یصلی الا فی رمضان لا غیره ویقول این

تک ابن حجر مکی کی عبارت مکمل ہو گئی)

رمضان المبارک کی نماز کو باقی بہت سی نمازوں کی جگہ قرار دینے کا نظریہ

بہرحال ان کا یہ اعتقاد کہ رمضان المبارک کی نماز اگرچہ فرض ہے مگر غیر رمضان کی نماز پر فضیلت رکھتی ہے اور بہت سی نمازوں کے برابر ہوتی ہے تو یہ دوسری خرابی ہے۔ (یعنی رمضان المبارک کی نماز کو تعداد میں بہت سی نمازوں کی جگہ سمجھنا کہ اس کی ایک نماز ذمہ میں ستر نمازوں کی جگہ کافی ہے تو یہ درست نہیں ہے)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ کوئی شخص صرف رمضان المبارک میں نماز پڑھتا ہے' اس کے علاوہ نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ رمضان میں ایک نماز ستر نمازوں کے برابر ہوتی ہے.(تو باقی دنوں میں نماز کی ضرورت نہیں) تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ انتھی (یہاں تک فتاویٰ بزازیہ کی عبارت مکمل ہو گئی ہے) اور فصول العمادیہ میں ہے کہ ایک شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے باقی دنوں میں نہیں پڑھتا اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ زندگی بھر کی نمازوں کا جو ثواب بنتا

خود بسیار ست او یقول صلوة فی رمضان تعدل سبعین صلوة یکفر انتهی و فی الفصول العمادیة رجل یصلی فی رمضان لا غیر ویقول ایں خود بسیار ست او یقول زیادت می آید لان کل صلوة فی رمضان یساوی سبعین صلوة یکفر انتهی ومثله فی جامع الفصولین وفی خزانة المفتین رجل یصلی فی رمضان لا غیر ویقول ایں خود بسیار ست او صلی الي غیر القبلة متعمدا فوافق ذلک القبلة او صلی بغیر وضوء متعمدا او صلی الی غیر القبلة عِلی وجه الاستهزاء والاستخفاف صار کافرا فی الفصول کلها انتهی وفی کشف الوقایة رجل صلی فی رمضان لا غیره ویقول ایں خود بسیارست او یقول زیادت می آید لان کل صلوة فی رمضان یساوی سبعین صلوة یکفر انتهی وفی الفتاوی

ہے' اس سے زیادہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے کہ رمضان میں ہر نماز ستر نمازوں کے برابر ہوتی ہے (تو سال بھر میں فجر کی مثلاً" تین سو ساٹھ نمازیں ذمہ ہوتی ہیں جبکہ رمضان المبارک کے تیس ایام میں فجر کی نمازیں ادا کرنے سے اکیس سو بن جاتی ہیں۔ مترجم) تو ایسا قول کرنے کی وجہ سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ انتہی (الفصول العمادیہ کی عبارت مکمل ہو گئی) اور اسی کے مثل جامع الفصولین میں ہے۔

اور خزانة المفتین میں ہے کہ ایک شخص صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا جان بوجھ کر قبلہ کی بجائے دوسری طرف نماز پڑھتا ہے مگر اتفاق سے اس کا منہ قبلہ کی طرف ہی ہوا یا جان بوجھ کر بے وضو نماز پڑھتا ہے یا مذاق یا استخفاف کے طور پر قبلہ کے علاوہ کسی دوسری جانب منہ کر کے نماز پڑھتا ہے تو ان تمام صورتوں میں وہ کافر ہو جاتا ہے۔ انتہی (خزانة المفتین کی عبارت مکمل ہوئی) اور کشف الوقایہ میں ہے کہ ایک آدمی صرف رمضان میں نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ اصل سے زیادہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے کہ رمضان میں ہر نماز ستر نمازوں کے برابر ہو جاتی ہے تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ انتہی (کشف الوقایہ کی عبارت مکمل ہوئی) اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے کہ ایک آدمی

العالمگیریة رجل یصلی فی رمضان لا غیر ویقول ایں خود بسیار ست او یقول زیادت می آید لان کل صلوة فی رمضان تساوی سبعین صلوة یکفر انتهی فان قلت کیف هذا وقد اخرج العقیلی وضعفه وابن خزیمة فی صحیحه والبیهقی والخطیب والاصبهانی فی الترغیب عن سلمان الفارسی قال خطبنا رسول الله صلعم فی آخر یوم من شعبان فقال یا ایها الناس قد اظلکم شهر عظیم شهر مبارک شهر فیه لیلة خیر من الف شهر جعل الله صیامه فریضة و قیام لیله تطوعا من تقرب فیه بخصلة من الخیر کان کمن ادی فریضة فیما سواه ومن ادی فریضة فیه کان کمن ادی سبعین فریضة فیما سواه الحدیث ذکره بطوله الحافظ السیوطی فی تفسیره الدر المنثور قلت هذا امر

صرف رمضان المبارک میں نماز پڑھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہی بہت ہے یا کہتا ہے کہ اصل سے زیادہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے کہ رمضان میں ہر نماز ستر نمازوں کے برابر ہوتی ہے تو ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے۔ انتھی (فتاویٰ عالمگیریہ کی عبارت مکمل ہوئی)

اعتراض: پس اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے (کہ رمضان کی نماز کو غیر رمضان کی ستر نمازوں کے برابر قرار دینے والے کو کافر کہا جائے) حالانکہ عقیلیؒ نے حدیث پیش کی ہے اور اس کو ضعیف کہا ہے اور ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں اور امام بیہقیؒ اور خطیب بغدادیؒ نے اپنی کتابوں میں اور اصبہانیؒ نے الترغیب میں حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں شعبان کے آخری دن خطبہ دیا تو فرمایا "اے لوگو! بیشک عظیم اور مبارک مہینہ آگیا ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزوں کو فرض اور رات کے قیام کو نفل قرار دیا ہے۔ جو شخص نیکی کے کسی نفلی عمل کے ذریعہ تقرب حاصل کرے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جس نے رمضان میں کوئی فریضہ ادا کیا تو وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس نے غیر رمضان میں ستر فرائض ادا کیے ہوں۔ (الحدیث) حافظ سیوطیؒ

آخر فانهم لا ينكرون فضل صلوة رمضان وبلوغ فرضه ثوابا الى سبعين فريضة فى غير رمضان بل غرضهم ابطال قول من يقول ان صلوة رمضان تعدل سبعين صلوة معادلة حقيقية ويقوم مقامها وانها مجزية عن سبعين صلوة وانما حكموا بكفر من اعتقد هذا وترك الصلوة متعمدا على هذا لا بكفر من اعتقد حصول زيادة الثواب فانه فضل العزيز الوهاب ولهذا قال على القارى فى المرقاة شرح المشكوة عند البحث فى مضاعفة الثواب فى مسجد مكة والمدينة ثم المراد بالتضعيف السابق فى الاجر دون الاجزاء باتفاق العلماء فالصلوة فى احد المساجد الثلاثة لا يجزى عن اكثر من واحدة اجماعا وما اشتهر على السنة العوام ان من صلى داخل الكعبة اربع

نے اپنی تفسیر در منثور میں اس روایت کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

جواب : میں اس اعتراض کے جواب میں کہتا ہوں کہ یہ اور معاملہ ہے۔ (یعنی رمضان المبارک کی نماز کو باقی دنوں کی نماز سے اجر وثواب میں ستر گنا ماننا اور بات ہے اور رمضان المبارک کی نماز کو ستر نمازوں کی جگہ قرار دے کر نمازوں کو چھوڑنا اور بات ہے) پس بیشک یہ (علماء جن کے اقوال نقل کیے گئے ہیں) نہ تو رمضان کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اس کا ثواب غیر رمضان کی ستر نمازوں کے برابر ہونے کا انکار کرتے ہیں بلکہ ان حضرات کا مقصد ان لوگوں کے قول کو باطل کرنا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رمضان کی نماز حقیقتاً ستر نمازوں کے برابر ہو جاتی ہے اور یہ نماز ان کے قائم مقام ہوتی ہے اور ستر نمازوں کے بدلے کافی ہوتی ہے اور پختہ بات ہے کہ ان حضرات نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا ہے جو اس کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس وجہ سے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑتا ہے۔ اس شخص پر کفر کا حکم نہیں لگاتے جو ثواب کے زیادہ حاصل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے کیونکہ یہ تو عزیز اور وہاب ذات کی جانب سے فضل ہے۔ اور اسی لیے ملا علی قاریؒ نے المرقاۃ فی شرح المشکوۃ میں مکہ اور مدینہ کی مساجد میں نماز کا ثواب کئی گنا زیادہ ہونے کی بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ جس تضعیف (کئی گنا ثواب) کا

رکعات یکون قضاء الدھر باطل لا اصل له انتھی واما ظنھم بان صلوۃ واحدۃ او صلوات خمسة تجزی عن جمیع فوائت عمرہ فھو شناعة ثالثة لوجوہ احدھا ان ھذا امر لم یعھد نظیرہ فی الشرع فلم یرد فیه عبادۃ تکون قائمة مقام عبادات کثیرۃ و مجزیة عنھا وثانیھا ان القضاء دین من دیون اللّٰه فی ذمة عبادہ وقد تقرر فی مقرہ ان الدین لا یسقط عن ذمة المدیون الا بالاداء او الابراء ومن المعلوم ان اداء صلوۃ واحدۃ او صلوات خمسة لیس باداء لصلوات کثیرۃ ولم یوجد الابراء فکیف یصح الاجزاء وثالثھا ان القضاء عبارۃ عن تسلیم مثل الواجب کما نصت علیه ائمة الاصول والمثلیة بین صلوۃ واحدۃ او صلوات خمسة لصلوات کثیرۃ غیر معقول الا تری انه لو ادی من

پہلا ذکر ہوا ہے' اس کے بارہ میں علماء کا اتفاق ہے کہ اس سے مراد اجر میں تضعیف ہے نہ کہ اجزاء میں۔ پس ان تین مساجد (مسجد حرام' مسجد نبوی' مسجد اقصیٰ) میں سے کسی ایک میں ایک نماز بالاجماع صرف ایک ہی نماز ہوگی' ایک سے زائد کی جانب سے کافی نہ ہوگی۔ اور بہرحال جو لوگوں کی زبان پر مشہور ہے کہ جس نے کعبہ کے اندر چار رکعت ادا کیں تو وہ زندگی بھر کی نمازوں کی قضا بن جاتی ہے تو یہ نظریہ باطل ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ انتھی (حضرت ملا علی قاریؒ کی عبارت مکمل ہوئی)

ایک نماز یا پانچ نمازوں کو عمر بھر کی نمازوں کی قضا سمجھنے کا نظریہ

اور بہرحال ان لوگوں کا خیال کہ بیشک ایک نماز یا پانچ نمازیں ساری عمر کی فوت شدہ نمازوں کی جانب سے کافی ہو جاتی ہیں تو یہ تیسری خرابی ہے۔ اور یہ کئی وجہ سے قبیح ہے۔

علیه اربع رکعات ثلاث رکعات او خمس رکعات لا یکون ذلک مجزیا فکیف یکون فی رکعات عدیدة اجزاء عن آلاف رکعة ورابعها ان قضاء الفرض فرض بالنص ومن المعلوم ان الفروض متزاحمة فلا بد من تعیین ما یرید ادائه حتی تبرء ذمته فان فرضا من الفروض لا یتادی بنیة فرض آخر کما نص علیه فی التبیین فکیف یمکن ان تتادی صلوات کثیرة غیر معینة بصلوة واحدة وخامسها انه ذکر فی الظهیریة والبحر الرائق وغیرهما انه لو کانت الفوائت کثیرة فاشغل بالقضاء یحتاج الی تعیین الظهر والعصر و ینوی ایضا ظهر یوم کذا فان اراده تسهیل الامر ینوی اول ظهر علیه او آخر ظهر علیه انتهی فکیف یمکن ان تبرء الذمة بالواحدة

پہلی وجہ : بیشک یہ ایسی بات ہے جس کی مثال شریعت میں نہیں ملتی کیونکہ شریعت میں کوئی ایک عبادت ایسی نہیں ہے جو کئی عبادات کے قائم مقام ہو اور ان کی جانب سے کافی ہو۔

دوسری وجہ : بیشک قضا تو اللہ تعالیٰ کا بندے کے ذمہ قرض ہے اور یہ بات اپنے مقام میں پختہ ہے کہ بیشک قرض مدیون کے ذمہ سے صرف ادا کرنے یا صاحب حق کے بری کرنے کے ساتھ ہی ساقط ہوتا ہے اور یہ واضح بات ہے کہ ایک نماز یا پانچ نمازوں کا ادا کرنا بندے کے ذمہ بے شمار نمازوں کا ادا کرنا تو قرار نہیں پاتا۔ اور صاحب حق کی جانب سے بری کرنا بھی نہیں پایا گیا تو یہ (قضاء عمری) کیسے ان تمام نمازوں کی جانب سے کافی ہو سکتی ہے؟

تیسری وجہ : بیشک قضا تو کہتے ہیں کہ جو چیز ذمہ میں واجب ہے' اس کا مثل صاحب حق کو سونپنا جیسا کہ ائمہ اصول نے صراحت کی ہے اور ایک نماز یا پانچ نمازوں کو ذمہ میں بے شمار نمازوں کے مثل قرار دینا غیر معقول بات ہے اس لیے کہ جس آدمی کے ذمہ چار رکعت ہوں اگر وہ تین رکعت یا پانچ رکعت ادا کر دے تو یہ جائز نہ ہوں گی تو چند رکعات کیسے ہزارہا رکعات کی جانب سے کافی ہو سکتی ہیں؟

والخمسة عن الكثيرة الغير المتعينة وسادسها انه ورد فی الحدیث الصحیح انما الا عمال بالنیات وانما لکل امرء ما نوی اخرجه البخاری فی بدء صحیحه وفی کتاب الایمان والعتق والهجرة والنکاح والایمان والنذور وترک الحیل ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة واحمد والدار قطنی وابن حبان والبیهقی وغیرهم ولم یخرجه مالک فی موطاه کذا ذکره القسطلانی فی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری ولم یصب فی قوله لم یخرجه مالک فی موطاه وقد تبع فیه الحافظ ابن حجر العسقلانی حیث قال فی فتح الباری وغیره کذلک فان هذا الحدیث موجود فی موطا مالک یرویه محمد بن الحسن وقد وضحت ذلک فی حاشیتی علیها المسماة بالتعلیق

چوتھی وجہ: بیشک فرض نماز کی قضا کا فرض ہونا نص سے ثابت ہے اور یہ بات واضح ہے کہ جب فرائض ایک ہی جیسے اکٹھے اور متزاحم ہوں تو ادا کرتے وقت تعیین ضروری ہے کہ ان میں سے کون سا فرض ادا کر رہا ہے تا کہ وہ اس کے ذمہ سے بری ہو جائے اور یہ بات بھی ہے کہ ایک فرض دوسرے فرض کی نیت کے ساتھ ادا نہیں ہوتا (مثلاً" عصر کی نماز کی نیت سے ظہر کی نماز پڑھنا) جیسا کہ تبیین میں اس کی صراحت موجود ہے۔ (جب فرض کی قضا اور اس کی تعیین ضروری ہے اور ایک فرض دوسرے فرض کی نیت سے ادا نہیں ہوتا) تو ایک نماز پڑھنے کی وجہ سے بے شمار غیر معینہ نمازیں کیسے ادا ہو سکتی ہیں؟

پانچویں وجہ: بیشک فتاویٰ ظہیریہ اور البحر الرائق وغیرہما میں ہے کہ اگر فوت شدہ نمازیں بہت سی ہوں اور آدمی ان کی قضا کرنا چاہتا ہو تو ظہر اور عصر کو متعین کرنا اور یہ بھی کہ یہ فلاں دن کی ظہر ہے' اس کا تعین ضروری ہے۔ پس اگر وہ اس معاملہ میں آسانی چاہتا ہے تو نیت کرے کہ جو اس کے ذمہ پہلی ظہر ہے' وہ ادا کرتا ہوں یا جو آخری ظہر ہے' وہ ادا کرتا ہوں (اگر اس نے یہ نیت کی کہ پہلی ظہر کی نماز جو اس کے ذمہ ہے' وہ پڑھتا ہوں تو اس کے پڑھنے کے بعد اس سے بری ہو گیا اور باقی ظہر کی

الممجد على موطا محمد وهذا الحديث يدل على ان ثواب الاعمال او صحة الاعمال موقوف على النية وان المرء لا يخلص له الا ثواب ما نوى او صحة ما نوى لا غيره فكيف يمكن ان تتادى فوائت كثيرة بصلوة اديت بنية النفل فانما لكل ما نوىٰ وقد ذكر فى فتح القدير فى باب الوتر عن التجنيس وغيره ان الفرض لا يتادى بنية النفل ويجوز عكسه انتهى فان قالوا نحن ننوى معه قضاء عمريا فتتادى به قلت هذه النية لا مثل لها فى الشرع وهل ذالك الا كمن نوى بصيام واحد اداء صيامات متعددة او بحج واحد حجات كثيرة وسابعها انه اخرج الثورى فى جامعه عن ابراهيم النخعى قال من ترك صلوة واحدة عشرين سنة ثم لم يعد الا تلك الصلوة الواحدة وذكره البخارى

نمازیں اس کے ذمہ ہیں' ان کے ادا کرنے میں بھی اسی طرح نیت کرے حتیٰ کہ اس کی ظہر کی تمام نمازیں جو اس کے خیال کے مطابق اس کے ذمہ ہیں' وہ مکمل ہو جائیں اور اسی طرح باقی نمازوں میں بھی یہی طریق اختیار کرے۔ مترجم) تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک نماز یا پانچ نمازوں کے ادا کرنے سے وہ بہت سی غیر معینہ نمازوں سے بری الذمہ ہو جائے۔

چھٹی وجہ : اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور پختہ بات ہے کہ ہر آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ اس روایت کو امام بخاریؒ اپنی صحیح کی ابتدا میں اور کتاب الایمان' کتاب العتق' کتاب الھجرۃ' کتاب النکاح' کتاب الایمان والنذور اور ترک الحیل میں متعدد بار لائے ہیں۔ اور اس روایت کو امام مسلمؒ' ترمذیؒ' نسائیؒ' ابن ماجہؒ' احمدؒ' دار قطنیؒ' ابن حبانؒ اور بیہقیؒ وغیرہم نے بھی ذکر کیا ہے۔ علامہ قسطلانیؒ نے بخاری کی شرح ارشاد الساری میں ذکر کیا ہے کہ امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا میں اس روایت کو ذکر نہیں کیا (تو یہ درست نہیں ہے) اور یہ بات علامہ قسطلانیؒ نے علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کی پیروی کرتے ہوئے لکھ دی ہے کیونکہ انہوں نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ نے یہ روایت پیش نہیں

فی صحیحه تعلیقا واخرج البخاری عن انس قال قال رسول اللّٰه صلعم من نسی صلوة فلیصل اذا ذکرها لا کفارة لها الا ذالک وفی روایة مسلم عن ابی هریرة من نسی الصلوة فلیصلها اذا ذکرها فان اللّٰه یقول اقم الصلوة لذکری وفی روایة له عن ابی قتادة فی حدیث طویل اما انه لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلوة حتی یجئی وقت الصلوة الاخری فمن فعل ذلک فلیصلها حین ینتبه لها وفی روایة عن انس مرفوعا من نسی صلوة فلیصلها اذا ذکرها لا کفارة لها الا ذلک وفی روایة له عنه من نسی صلوة او نام عنها فکفارتها ان یصلیها اذا ذکرها وفی روایة له عنه اذا رقد احدکم عن الصلوة او غفل عنها فلیصلها اذا ذکرها وکذلک اخرجه اصحاب

کی مگر ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں ہے اس لیے کہ یہ روایت موطا کے اس نسخہ میں موجود ہے جو امام محمد بن الحسن کی روایت سے ہے' اور میں نے موطا امام محمد پر جو حاشیہ التعلیق الممجد لکھا ہے' اس میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

اور یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اعمال کے ثواب یا اعمال کی صحت کا دارومدار نیت پر ہے اور بیشک آدمی کو اسی چیز کا ثواب ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہو تو آدمی کا وہی عمل صحیح ہوگا جس کی اس نے نیت کی۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ بہت سی فوت شدہ فرض نمازیں نفل کی نیت سے ادا کی جانے والی ایک ہی نماز سے ادا ہو جائیں۔ حالانکہ حدیث کے الفاظ ہیں وانما لکل امرء ما نوی (تو جب نیت نفل کی ہوگی تو وہ نماز نفل ہی ادا ہوگی' فرائض ادا نہیں ہوں گے) اور فتح القدیر باب الوتر میں تجنیس وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے کہ بے شک نفل کی نیت سے فرض ادا نہیں ہوتا۔ اور اس کا عکس ہو سکتا ہے۔ انتھی (فتح القدیر کی عبارت مکمل ہوئی) (یہ اس صورت میں ہے جبکہ ادائیگی کا وقت شرعاً" فرض کے لیے ہی متعین نہ ہو جیسا کہ نمازوں کے اوقات فرائض ہی کے لیے متعین نہیں بلکہ ان میں نوافل بھی ادا کیے جا سکتے ہیں تو ان میں نفل کی نیت سے فرض ادا نہیں ہوگا۔ اور اگر شرعاً" وہ

السنن الاربعة وغيرهم بالفاظ متقاربة فهذه الاخبار الصحاح شاهدة على فساد ما يعتقدونه لانها دالة على ان الفائتة لا تتادى الا بادائها بنفسها ولا كفارة لها الا ذلك وانه لا يقوم شئی آخر مقامها واما ظنهم ان مثل هذه الصلوة تكون مجزية عن فوائت الاباء والاجداد والاولاد والاحفاد فهو شناعة رابعة بل هو اضحوكة للناظرين ومزخرفة عند العاقلين فانهم ان ارادوا به ان ثوابها يصل اليهم فهو ليس بصحيح فان ثواب العبادة انما يكون لمن يكتسبها لا لغيره بنص قوله تعالى لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت وكذا قول بعض العلماء الى ان ثواب عبادة الصبى يكون للولى رده المحققون بان الولى انما يثاب ثواب التحريض والتسبيب واما ثواب نفس العبادة

وقت فرض کے لیے متعین ہو تو اس صورت میں نفل کی نیت سے فرض ادا ہو جاتا ہے جیسا کہ رمضان کا روزہ تندرست اور مقیم آدمی نفل کی نیت سے رکھے تو عند الاحناف وہ فرض ہی ادا ہوگا۔ مترجم)

اعتراض: پس اگر یہ حضرات یہ کہیں کہ ہم تو (نفل کی نیت نہیں کرتے بلکہ) قضاء عمری کی نیت کرتے ہیں تو وہ اس کے ساتھ ادا ہو جائیں گی۔

جواب: تو جواب میں کہتا ہوں کہ ایسی نیت کی شریعت میں کوئی اصل موجود نہیں ہے۔ یہ تو اس طرح ہے جیسے ایک روزہ رکھ کر کئی روزوں کی نیت کرنا یا ایک حج کر کے کئی حج کی نیت کرنا (تو جیسے یہ بالاتفاق درست نہیں ہے اسی طرح ایک نماز سے یا پانچ نمازوں سے بے شمار فوت شدہ نمازیں بھی ادا نہیں ہوں گی)

ساتویں وجہ: بیشک امام ثوریؒ نے اپنی جامع میں حضرت امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت نقل کی ہے کہ جس نے ایک نماز بیس سال تک چھوڑے رکھی تو وہ صرف اسی نماز کا اعادہ کرے (یعنی بیس سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی وہ نماز اس کے ذمہ رہے گی اور وہ اس کو ادا کرے گا' اس کے علاوہ اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے) اور امام بخاریؒ نے تعلیقاً اپنی صحیح میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی نماز کو ادا

فلا علی ما هو مبسوط فی حواشی التلویح وغیرها فان قصدوا ان ثوابها یصل الیهم بایصاله الیهم فهو وان کان صحیحا لکن خارج عن البحث مع انه لیس مختصا بالاباء والاولاد بل یصل ثواب العبادة ای عبادة کانت الی من اوصل ثوابها الیه وان کان اجنبیا وان ارادوا به ان هذه الصلوة تکون مجزیة و کفارة عن فوائت الاباء والاولاد فهو مخالف لقوله تعالی لها ما کسبت و علیها ما اکتسبت والحدیث اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من ثلاث صدقة جاریة او علم ینتفع به او ولد صالح یدعوا له اخرجه ابن ماجة و مسلم وغیرهما و لقول الفقهاء النیابة لا تجری فی العبادات البدنیة بل فی المالیة وقد ذکر فی الدر المختار والبحر الرائق وغیرهما لو

کرنا بھول گیا تو جب اس کو یاد آئے' تو اس نماز کو پڑھے۔ اس کا صرف یہی کفارہ ہے۔ اور مسلم" کی روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ہے کہ جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے تو اس کو ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (حضور علیہ السلام کو) فرمایا ہے کہ میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔ اور اسی مسلم میں حضرت ابو قتادہؓ کی ایک طویل حدیث میں ہے کہ نیند کی وجہ سے کوتاہی نہیں ہے۔ پختہ بات ہے کہ کوتاہی تو اس صورت میں ہے جبکہ آدمی بیدار ہو اور وہ نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے۔ پس جب اس نے ایسا کیا تو جب اس کو متنبہ کیا جائے تو وہ اس نماز کو پڑھے۔ اور حضرت انسؓ سے مرفوعاً" ایک روایت میں ہے جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے تو جب اس کو یاد آئے تو اس نماز کو پڑھے۔ اس کی نماز کا صرف یہی کفارہ ہے (کہ اس کو ادا کر لیا جائے)

اور مسلم شریف کی حضرت انسؓ ہی سے ایک روایت میں ہے جو شخص نماز ادا کرنا بھول گیا یا سویا رہا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آنے پر اس کو پڑھے۔ اور مسلم شریف کی حضرت انسؓ ہی سے ایک روایت میں ہے جب کوئی شخص تم میں سے نماز ادا کرنے کے وقت میں سویا رہا یا غافل رہا تو جب اس کو یاد آئے تو اس نماز کو پڑھے۔ اور اسی طرح اصحاب سنن (نسائی' ترمذی' ابو داؤد اور ابن ماجہ) وغیرہم نے ملتے جلتے

قضاها ورثته بامره لم یجز انتہی وقد اخرج النسائی فی السنن الکبری باسناد صحیح عن ابن عباس قال لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد وروی عبد الرزاق مثله من قول ابن عمر ذکره ابن حجر فی تلخیص الحبیر بتخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر واما اداؤهم هذه الصلوة وهی قضاء لکل فائتة عندهم فی المسجد فهو شناعة خامسة لما قال فی البحر الرائق اذا فاتت صلوة عن وقتها ینبغی ان یقضیها فی بیته ولا یقضیها فی المسجد انتہی وفی الدر المختار ینبغی ان لا یطلع غیره علی قضائه لان التاخیر معصیة فلا یظهرها انتہی وقال فی رد المحتار تقدم فی باب الاذان انه یکره قضاء الفائتة فی المسجد وعلله الشارح البارح بما ههنا ان

الفاظ کے ساتھ اس روایت کو ذکر کیا ہے۔ پس یہ صحیح احادیث ان لوگوں کے اعتقاد کے فساد پر شاہد ہیں اس لیے کہ ان احادیث میں یہ ہے کہ فوت شدہ نمازیں صرف ان کے ادا کرنے سے ہی ادا ہوتی ہیں اور اس کے سوا نہ ان کا کوئی کفارہ ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ان کے قائم مقام ہو سکتی ہے۔

قضاء عمری کا آباؤ اجداد کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ بننے کا نظریہ

بہرحال ان لوگوں کا یہ خیال کہ بیشک یہ نماز (قضاء عمری) آباؤ اجداد اور اولاد اور رشتہ داروں کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ بھی بن جاتی ہے تو یہ چوتھی خرابی ہے بلکہ یہ تو ناظرین کے لیے ہنسی کا باعث اور عقل مندوں کے نزدیک جھوٹ سے آراستہ کلام ہے۔ پس بیشک اگر ان کی مراد یہ ہے کہ اس نماز کا ثواب ان کو پہنچتا ہے تو یہ درست نہیں ہے (یعنی یہ کہنا کہ ہماری اس عبادت کرنے سے ہی خود بخود ان کو ثواب پہنچتا ہے تو یہ درست نہیں ہے) کیونکہ عبادت کا ثواب اسی کو ملتا ہے جس نے اس کو ادا کیا ہے' دوسرے کو نہیں ملتا اور اس کی دلیل، قرآن کریم کی یہ نص ہے لها ما کسبت

التاخير معصية فلا يظهرها وظاهره ان الممنوع هو القضاء مع الاطلاع عليه سواء كان في المسجد او غيره كما افاده في المنح قلت والظاهر ان ينبغي ههنا للوجوب وان الكراهة تحريمية لان اظهار المعصية معصية انتهى واما اداؤها بالجماعة تداعيا على تقدير كونها تطوعا كما تدل عليه بعض العبارات المذكورة فهو شناعة سادسة لتصريح الفقهاء بكراهة جماعة التطوع تداعيا قال في الغنية شرح المنية النفل بالجماعة على سبيل التداعي مكروه انتهى وفي الدر المختار ولا يصل الوتر ولا التطوع بجماعة خارج رمضان اي يكره ذلك لو على سبيل التداعي بان يقتدي اربعة بواحدة كما في الدرر انتهى وفي البزازية يكره الاقتداء في صلوة رغائب

وعلیها ما اکتسبت کہ عمل کا فائدہ اس کو ہوگا جس نے اس کو کیا اور اس عمل کا وبال اسی پر ہوگا جس نے کیا (جس نے اچھا عمل کیا اس کو اچھا بدلہ اور جس نے برا عمل کیا اس کا برا بدلہ عمل کرنے والے کو ہی ملے گا) اور اسی لیے جب بعض علماء نے یہ کہا کہ بچے کی عبادت کا ثواب اس کے ولی کو ملتا ہے تو اس کا رد محققین نے کیا اور کہا کہ ولی کو اس کا ثواب تو ملتا ہے کہ اس نے بچے کو عبادت پر بر انگیختہ کیا اور عبادت کرنے کا سبب بنا مگر نفس عبادت کا ثواب اس کو نہیں ملتا جیسا کہ تلویح کے حواشی وغیرہا میں تفصیل سے مذکور ہے۔ پس اگر انہوں نے یہ مراد لی ہے کہ اس نماز کا ثواب ہم ان کو پہنچاتے ہیں اور اس وجہ سے ان کو پہنچتا ہے تو یہ فعل (مُردوں کو ایصال ثواب) اگرچہ درست ہے مگر یہ مذکورہ بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ بحث ایصال ثواب میں نہیں بلکہ ذمہ سے نمازوں کے ساقط ہونے کی ہے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ایصال ثواب آباؤ اجداد اور اولاد کے ساتھ مختص نہیں اور نہ ہی نماز اس کے لیے مختص ہے بلکہ جس قسم کی عبادت کا بھی کسی کو ثواب پہنچایا جائے وہ اس کو پہنچتا ہے اگرچہ وہ رشتہ دار نہ ہو بلکہ اجنبی ہو۔ اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ نماز ان کی فوت شدہ نمازوں کی جانب سے کافی ہو جاتی ہے اور کفارہ بن جاتی ہے تو یہ آیت کریمہ لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت کے بھی خلاف ہے اور اس حدیث کے بھی خلاف

وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بھذا الامام جماعۃ ولا ینبغی
ان ینکلف الالتزام ما لم یکن فی الصدر الاول کل ھذا التکلف
لاقامۃ امر مکروہ وھو اداء النفل بالجماعۃ علی سبیل التداعی فلو
ترک امثال ھذہ الصلوۃ تارک لیعلم الناس انہ لیس من الشعائر
فحسن انتھی ومثلہ فی کثیر من الکتب مسطور وعلی السنۃ العلماء
مذکور فان قالوا ان ھذہ الصلوۃ لیست بتطوع بل قضاء لما فاتہ قلنا
ان ارادوا بہ انہ بنفسہ قضاء لجمیع ما فاتہ فھو غیر صحیح لعدم
صدق تعریف القضاء علیہ وان ارادوا بہ ان اللہ تعالی یجعلھا بفضلہ
قضاء لما فاتہ ویعطی بھا ثوابا یجزی عن ما فاتہ فھو علی تقدیر
ثبوتہ لا یخرجہ عن التطوعیۃ وبھذا یظھر سخافۃ قول من افتی بعدم

ہے جس میں ہے کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر
تین اعمال بدستور جاری رہتے ہیں۔ ایک صدقہ جاریہ' دوسرا علم جس کے ذریعہ سے
اس نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا اور تیسرا نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائیں کرتی
رہتی ہے۔ یہ روایت مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہے۔

اور یہ نظریہ فقہاء کے قول کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ انہوں نے کہا ہے کہ
بدنی عبادات میں نیابت درست نہیں ہے بلکہ نیابت صرف مالی عبادات میں ہے (مثلاً"
اگر کوئی آدمی کسی دوسرے کی جانب سے اس کی ذمہ زکوۃ کی رقم ادا کردے یا جس پر
قربانی واجب ہو' اس کی جانب سے قربانی ادا کر دے اور اس کو اطلاع دے دے تو یہ
عبادت جس کے ذمہ تھی' اس کی جانب سے ادا ہو گئی اور اگر کوئی آدمی کسی دوسرے
کی جانب سے نماز پڑھتا ہے اور اس کو آکر بتا دیتا ہے کہ میں تیری طرف سے نماز پڑھ
آیا ہوں تو قطعاً" اس کے ذمہ سے وہ نماز ساقط نہیں ہوتی بلکہ اس کا نماز پڑھنا خود اس
پر ضروری ہے' اس میں نیابت درست نہیں ہے۔ عبادات بدنیہ میں نیابت درست نہ
ہونے اور عبادات مالیہ میں درست ہونے کا یہی مطلب ہے۔ مترجم) اور در مختار اور
البحر الرائق وغیرہا میں مذکور ہے کہ اس کے ذمہ نمازوں کی قضا وارثوں میں سے کسی نے
اس کے حکم سے بھی کی' تب بھی جائز نہیں ہے۔ انتھی (مذکورہ کتب کی عبارت

كراهة الجماعة فيه مستندا بان فيه دخلا للفوائت فان هذا لا يسلب عنه اسم التطوع ولا يجعله خارجا عن افراد التطوع كيف وقد ورد فى بعض النصوص التى ذكروها ان هذه الصلوة نفل فيكره اداؤه بالجماعة بلا شبهة و بالجملة فهذه الصلوة التى اخترعوها مشتملة على مفاسد كثيرة واداؤها مع ما زعموا انه قضاء لما فات خلاف المعقول والمنقول ومضاد للفروع والاصول والذى يدل على ان الصلوة المذكورة لا اصل لها خلو اكثر الكتب المعتمدة عن ذكرها كالبزازية والخلاصة وفتاوى قاضيخان والمحيط والذخيرة و خزانة المفتين والواقعات والنوازل والهداية وشروحها الكفاية والبناية والعناية وفتح القدير ومعراج الدراية وغاية البيان والوقاية

مکمل ہوئی)

اور امام نسائیؒ نے سنن الکبریٰ میں باسناد صحیح حضرت ابن عباسؓ کی روایت لائی ہے کہ کوئی آدمی کسی دوسرے کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔ اور امام عبد الرزاق نے بھی اسی کے مثل حضرت ابن عمرؓ کا قول روایت کیا ہے۔ اس کا ذکر علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے تلخیص الحبیر بتخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر میں کیا ہے۔

قضاء عمری کو مسجد میں ادا کرنے کا مسئلہ

بہرحال ان حضرات کا اس نماز کو مسجد میں ادا کرنا حالانکہ یہ ان کے نزدیک تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا ہے تو یہ پانچویں خرابی ہے۔ اس لیے کہ البحر الرائق میں ہے کہ جب نماز اپنے اصل وقت سے فوت ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ اس کی قضا اپنے گھر میں کرے، مسجد میں نہ کرے۔ انتہی (البحر الرائق کی عبارت مکمل ہوئی) اور الدر المختار میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ اپنی فوت شدہ نماز کی قضا پر کسی کو مطلع نہ کرے اس لیے کہ نماز کو اپنے وقت سے موخر کر کے پڑھنا معصیت ہے، اس لیے اس کا اظہار نہ کرے۔ انتہی

وشروحه لصدر الشريعة وللفصيح الهروی وغيرهما ومختصر الوقاية وشروحه للبرجندی والياس زاده و كمال الدراية للشمنی والكنز وشروحه كالبحر الرائق والنهر الفائق و تبيين الزيلعی والدر المختار وحواشيه ومواهب الرحمٰن وشرحه البرهان والجامع الصغير والكبير وشروحهما للصدر الشهيد وشمس الائمة السرخسی وغيرهما والمبسوط والزيادات و تصانيف الطحاوی و تصانيف الحاكم الشهيد والكرخی وغيرها من المتون والشروح والفتاوی المشهورة وكذلک كتب الشافعية والمالكية والحنبلية خالية عن ذلک ومن المعلوم انه لو كان لها اصل لبادروا الی ذكرها وذكر فضلها كيف لا وهذه الصلوة علی ما زعموا من افضل

اور رد المحتار میں ہے کہ باب الاذان میں پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ فوت شدہ کی قضا مسجد میں مکروہ ہے اور شارح نے اس کی وجہ وہی بیان کی جو ہم نے بیان کی ہے کہ نماز کو وقت سے موخر کر کے پڑھنا گناہ ہے اور اپنے گناہ کو ظاہر نہ کرنا مناسب ہے۔ ان عبارات سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ قضا پر کسی دوسرے کو مطلع کرنا ممنوع ہے خواہ یہ مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہو جیسا کہ المنح کی عبارت سے واضح ہے۔

(اشکال : حضرات فقہاء کرام ینبغی کا لفظ مستحب اور اولیٰ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں اور یہاں بھی عبارتُ میں ینبغی کا لفظ ہے تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص یہ اشکال پیدا کرے کہ ان عبارات کی روشنی میں ہمارا یہ عمل زیادہ سے زیادہ ترک مستحب یا ترک اولیٰ ہوگا تو اس کا جواب حضرت مولانا عبد الحئی لکھنویؒ یا شارح رد المحتار دیتے ہیں۔ مترجم)

جواب : میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہ ہے کہ ینبغی کا لفظ یہاں وجوب کے لیے ہے اور بیشک کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے اس لیے کہ معصیت کا اظہار بذات خود معصیت ہے۔ انتہی

الصلوات حيث يكون اداء ركعات عديدة كفارة لجميع فوائت العمر بل عن فوائت الاجداد والاحفاد فالغفلة عن مثل هذه الصلوة غفلة عظيمة وهذا صاحب جامع الرموز جامع كل رطب ويابس لم ينتبه له وصاحب احياء العلوم مع اهتمامه بذكر العبادات الفاضلة وان كانت رواياتها ضعيفة لم يتعرض له وهذا صاحب خزانة الروايات الجامع بين كل غث وسمين لم يذكره وهذا كله اول دليل على عدم العبرة به بقى الكلام فيما استندوا به من العبارات المذكورة والروايات المسطورة فاقول استنادهم بها مخدوش لوجوه احدها ان الكتب التى استندوا بها ليست من الكتب المشهورة المعتمدة وقد ذكر ابن نجيم المصرى فى بعض رسائله ونقله عنه الحموى فى

نوافل کی جماعت کے لیے لوگوں کو بلانے کا مسئلہ

بہرحال ان لوگوں کا یہ نماز (قضاء عمری) لوگوں کو بلا کر اس کو نفل قرار دیتے ہوئے جماعت کے ساتھ ادا کرنا جیسا کہ ان کی بعض عبارات اس پر دلالت کرتی ہیں تو یہ چھٹی خرابی ہے اس لیے کہ لوگوں کو بلا کر نفل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کے مکروہ ہونے پر فقہاء کرام کی تصریح موجود ہے۔ الغنیۃ شرح المنیۃ میں فرمایا کہ لوگوں کو بلا کر نفل جماعت کے ساتھ مکروہ ہیں۔ انتھی

اور الدر المختار میں ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر اور نفل جماعت کے ساتھ نہ پڑھے اور اگر لوگوں کو بلا کر ہو تو یہ مکروہ ہے جبکہ چار آدمی کسی کی اقتدار کریں جیسا کہ الدرر میں ہے۔ انتھی اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ نوافل' صلوٰۃ توبہ اور صلوٰۃ نذر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے مگر یہ کہ اس نے نذر ہی یہ مانی ہو کہ میں اتنی رکعات فلاں امام کے ساتھ باجماعت پڑھوں گا۔ اور یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ کسی ایسی چیز کا اپنے آپ پر التزام کا تکلف کرے جو قرون اولیٰ میں نہ تھی۔

یہ سارے کا سارا تکلف مکروہ کام کے ارتکاب کے لیے ہوگا۔ اور وہ علیٰ سبیل

حواشی الاشباه والنظائر انه لا یجوز الافتاء من الکتب الغیر المشهورة وفی تنقیح الفتاوی الحامدیة نقلا عن الرسائل الزندیة لا یحل الافتاء من الکتب الغریبة انتهی وثانیها ان تجویز هذه الصلوة بتلک الکیفیة لم ینقل عن ائمتنا ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد ولا عن تلامذتهم ومن یحذو حذوهم فلا یجوز الافتاء بها اخذا من الکتب الغیر المتداولة قال فی القنیة نقلا عن نوازل ابی اللیث قیل لابی نصر وقعت عندنا اربعة کتب کتاب ابراهیم بن رستم وادب القاضی عن الخصاف وکتاب المجرد والنوادر من وجه هشام هل یجوز لنا ان نفتی منها فقال ما صح عن اصحابنا فذلک علم مجتبی مرغوب فیه عرض به فاما الفتوی فانی لا اری لاحد ان یفتی بشئی

التداعی (لوگوں کو بلا کر) جماعت کے ساتھ نوافل کو ادا کرنا ہے۔ اور اگر کوئی اس جیسی نماز کو اس لیے ترک کرتا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ مشروعات میں سے نہیں ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے۔ انتہی

اور اس کے مثل بہت سی کتابوں میں موجود ہے اور علماء کی زبانوں پر جاری ہے۔

اعتراض: پس اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ یہ نماز نفل نہیں بلکہ فوت شدہ کی قضا ہے (اور فوت شدہ کی قضاء فرض ہے اس لیے فرض کی نیت سے ہی ان کو ادا کیا جاتا ہے لہٰذا فقہاء کرامؒ کی یہ عبارات ان کے خلاف نہیں)

جواب: تو ہم کہیں گے کہ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ یہ (ایک نماز یا پانچ نمازیں جس کو قضاء عمری کہتے ہیں) نماز ہی تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا ہے تو اس پر قضا کی تعریف صادق نہ آنے کی وجہ سے ان کی یہ مراد صحیح نہیں ہے۔ اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ اس نماز کو فوت شدہ نمازوں کی قضا قرار دیا ہے اور ان کا ثواب دیتا ہے اور تمام فوت شدہ نمازوں کا یہ نماز بدلہ بن جاتی ہے تو اگر بالفرض اس نماز کا ثبوت مل بھی جائے تو یہ نفل ہونے سے نہیں نکلتی (بلکہ نفل ہی ہوگی لہٰذا وہ تمام عبارات جو ذکر کی گئی ہیں' وہ اس نظریہ کے خلاف ہوں گی) اور اس

لا يفهمه ولا يتحمل اثقال الناس فان كانت مسائل قد اشتهرت وظهرت عن اصحابنا رجوت ان يسع الاعتماد عليها انتهى وقال على القارى فى تذكرة الموضوعات من القوائد المعلومة الكلية ان نقل الاحاديث النبوية والمسائل الفقهية والتفاسير القرآنية لا يجوز الا من الكتب المتداولة لعدم الاعتماد على غيرها من وضع الزنادقة والحاق الملاحدة بخلاف الكتب المحفوظة انتهى وثالثها ان هذه الكتب التى استندوا بها ليست من المتون المعتبرة ولا من الشروح المعتمدة وانما هى من جنس الفتاوى كالصحارى وقد ذكر ابن نجيم فى رسالة رفع الغشاء عن وقت العصر والعشاء نقلا عن انفع الوسائل انه لا عبرة بنقول الفتاوى اذا عارضتها نقول المذهب

کے ساتھ ان لوگوں کے قول کی کمزوری ظاہر ہو گئی جو اس نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کو صرف اس وجہ سے غیر مکروہ ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ فوائت میں داخل ہے (حالانکہ اس کا نفل ہونا ہی ثابت ہوتا ہے)

پس بیشک یہ چیز اس نماز سے نفل کا اسم نہیں ہٹاتی اور نہ ہی اس کو نفل کے زمرہ سے خارج کرتی ہے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ حالانکہ ان لوگوں نے جو عبارات پیش کی ہیں' ان میں سے بعض میں تو اس بات کی صراحت ہے کہ یہ نماز نفل ہے۔ تو یقیناً اس کا باجماعت ادا کرنا مکروہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ یہ نماز جس کو انہوں نے ایجاد کیا ہے' یہ بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اور اس نماز کا ادا کرنا باوجود اس کے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ فوت شدہ نمازوں کی قضا ہے' یہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف اور فروع اور اصول دونوں کے منافی ہے۔

اور اکثر معتبر کتابوں کا اس کے ذکر سے خالی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس مذکورہ نماز کا کوئی اصل اور ثبوت نہیں ہے۔ (اور اگر اس کا کچھ بھی ثبوت ہوتا تو ان معتبر کتابوں میں کسی نہ کسی درجہ میں تو اس کا ذکر ہوتا حالانکہ یہ معتبر کتابیں اس کے ذکر سے بالکل خالی ہیں) جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ' الخلاصہ' فتاویٰ قاضی خان' المحیط' الذخیرہ'

وانما يستانس بما فى الفتاوى اذا لم يوجد ما يخالفها من كتب المذهب انتهى وقد عرفت ان نقول هذه الكتب فى تجويز هذه الصلوة بتلك الكيفية مخالفة لفروع المذهب المدونة وللاصول المقررة فلا يصح الافتاء بها ورابعها ان الافتاء بها موقوف على علم حال مصنفيها وانهم التزموا فيها نقل الاقوال الصحيحة وبدون ذلك لا يحل الافتاء منها قال ابن عابدين فى رد المحتار فى شرح الاشباه لشيخنا المحقق هبة الله البعلى قال شيخنا العلامة صالح الجينينى انه لا يجوز الافتاء من الكتب المختصرة كالنهر و شرح الكنز للعينى والدر المختار شرح تنوير الابصار او لعدم الاطلاع على حال مصنفيها كشرح الكنز ملا مسكين وشرح النقاية

خزانہ المفتین، الواقعات، النوازل، الہدایہ اور اس کی شروح الکفایہ، البنایہ، العنایہ، فتح القدیر، معراج الدرایہ، غایۃ البیان، الوقایہ اور اس کی شروح جو امام صدر الشریعہ اور الفصیح الہروی وغیرہما کی ہیں اور مختصر الوقایہ اور اس کی شروح جو برجندی، الیاس زادہ اور کمال الدرایہ للشمنی وغیرہم کے ہیں، اور الکنز اور اس کی شروح جیسا کہ البحر الرائق، النہر الفائق اور زیلعی کی تبیین اور الدر المختار اور اس کے حواشی اور مواہب الرحمٰن اور اس کی شرح البرہان، اور الجامع الصغیر والکبیر اور ان کی شروح جو صدر الشریعہ اور شمس الائمہ سرخسی وغیرہما کی ہیں اور المبسوط اور الزیادات اور امام طحاوی کی تصانیف اور حاکم شہید اور کرخی وغیرہ کی تصانیف، متون اور شروح اور مشہور فتاویٰ اور اسی طرح شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابیں اس نماز کے ذکر سے بالکل خالی ہیں۔

اور واضح بات ہے کہ اگر اس نماز کا کوئی ثبوت ہوتا تو یہ حضرات اس کا ذکر کرنے اور اس کی فضیلت کا ذکر کرنے میں سبقت لے جاتے اور ایسا کیونکر نہ ہوتا حالانکہ ان لوگوں کے خیال کے مطابق تو یہ نماز بہترین نمازوں میں سے ہے اس لیے کہ چند رکعات عمر بھر کی فوت شدہ نمازوں کا کفارہ بلکہ آباؤ اجداد اور رشتہ داروں کی فوت

للقهستانی او لنقل الاقوال الضعیفة فیها کالقنیة للزاهدی فلا یجوز الافتاء من هذه الا اذا علم المنقول عنه واخذه منه انتهی وقال ایضا" فی تنقیح الفتاوی الحامدیة فی بحث لبس الاحمر بعد ما ذکر ما یدل علی کراهته علی ان الذی یجب علی المقلد اتباع امامه والظاهر ان ما نقله هولاء الایمة هو مذهب ابی حنیفة لا ما نقله ابو المکارم فانه رجل مجهول وکتابه کذلک والقهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا" واستناده الی کتب الزاهدی المعتزلی انتهی وقد ذکرت ما یتعلق بهذا المبحث فی رسالتی النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر و بسطت الکلام فیها فی ما یحل الافتاء منه وما لا یحل الافتاء منه فلتطالع وخامسها ان الاستناد بها موقوف

شدہ نمازوں کا بھی کفارہ بن جاتی ہیں تو اس جیسی نماز کا ذکر نہ کرنا تو بہت بڑی غفلت ہے اور یہ جامع الرموز کے مصنف جو کہ ہر قسم کی رطب ویابس کو جمع کرنے والے ہیں، وہ بھی اس پر متنبہ نہ ہوئے، اور احیاء العلوم والے (امام غزالیؒ) نے عبادات فاضلہ کے ذکر کرنے کا اہتمام کرنے کے باوجود اس (قضاء عمری) کا کوئی اشارہ تک نہیں کیا حالانکہ انہوں نے ان عبادات فاضلہ کا بھی ذکر کیا ہے جن کی روایات ضعیف ہیں۔ اور خزانۃ الروایات کے مولف جنہوں نے بے کار اور بے موقع ہر قسم کے کلام کو جمع کیا ہے، انہوں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں کیا اور یہ ساری کی ساری بحث اس نماز کے غیر معتبر ہونے کی بنیادی دلیل ہے۔

قضاء عمری کے قائلین کی عبارات کے جوابات

باقی رہ گئی بحث اس بارہ میں کہ انہوں نے ان مذکورہ عبارات اور تحریر کردہ روایات سے دلیل پکڑی ہے تو میں کہتا ہوں کہ ان حضرات کا ان عبارات سے دلیل پکڑنا کئی وجوہ سے باطل ہے۔

پہلی وجہ : یہ کتابیں (زاد اللبیب اور انیس الواعظین وغیرہ) جن کی عبارات سے یہ دلیل پکڑ رہے ہیں، یہ کتابیں معتبر مشہور نہیں ہے اور ابن نجیم

على تحقيق حال مولفيها من انهم من اى طبقة من طبقات الفقهاء واذ ليس فليس وكونهم من اصحاب الاوراد والوظائف او من ارباب تصفية اللطائف لا يجوز الافتاء فلكل فن رجال ولكل مقام مقال قال على القارى المكى فى رسالته شم العوارض فى ذم الروافض ثم اعلم انه لا بد للمفتى المقلد ان يعلم حال من يفتى بقوله ومعرفة مرتبته فى الرواية و درجته فى الديانة ليكون على بصيرة وافية فى التمييز بين القائلين المتخالفين وقدرة كافية فى الترجيح بين القولين المتعارضين فقد قال ابن كمال باشا ان للفقهاء سبع طبقات الاولٰى طبقة المجتهدين فى الشرع كالايمة الاربعة ومن سلك مسلكهم فى تاسيس قواعد الاصول واستنباط احكام الفروع

مصریؒ نے اپنے ایک رسالہ میں ذکر کیا ہے اور الاشباہ والنظائر کے حواشی میں حمویؒ نے اس سے نقل کیا ہے کہ بیشک غیر مشہور کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

اور تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں الرسائل الزندیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غیر معروف کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ انتہی

دوسری وجہ: بیشک اس کا جواز اس کیفیت کے ساتھ ہمارے ائمہ امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سے منقول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے نقش قدم پر چلنے والے ان کے شاگردوں سے منقول ہے تو اس کے جواز کا فتویٰ غیر متداول (غیر مشہور) کتابوں سے دینا جائز نہیں ہے۔ اور قنیۃ میں ابو اللیث کی کتاب نوازل سے نقل کرتے ہوئے صاحب قنیہ نے کہا ہے کہ ابو نصر سے پوچھا گیا کہ ہمارے پاس چار کتابیں موجود ہیں' ایک کتاب ابراہیم بن رستم کی' اور الخصاف کی ادب القاضی اور کتاب المجرد اور النوادر ہشام کی۔ تو کیا ہمیں جائز ہے کہ ہم ان سے فتویٰ دیں تو اس نے کہا کہ ہمارے اصحاب (احناف) کے قواعد کے مطابق صحیح نہیں ہے۔

پھر رہی بات فتویٰ کی تو بیشک میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے ایسی چیز کا فتویٰ دیا ہو جو اس نے خود نہ سمجھی ہو اور وہ (مفتی) لوگوں کے بوجھ کو نہیں اٹھاتا۔

عن الادلة الاربعة على حسب تلك القواعد من غير تقليد لاحد لا فى الفروع ولا فى الاصول والثانية طبقة المجتهدين فى المذهب كابى يوسف ومحمد وسائر اصحاب ابى حنيفة القادرين على استخراج الاحكام من الادلة المذكورة على القواعد التى قررها استاذهم وهم وان خالفوه فى بعض الفروع لكن يقلدونه فى قواعد الاصول وبه يمتازون عن المعارضين فى المذهب كالشافعى ونظرائه المخالفين لابى حنيفة فى الاحكام غير مقلدين له فى الاصول والثالثة طبقة المجتهدين فى المسائل التى لا رواية فيها عن صاحب المذهب كالخصاف والطحاوى والكرخى وشمس الائمة الحلوانى وشمس الائمة السرخسى و فخر الاسلام البزدوى

پس اگر ایسے مسائل ہوں جو مشہور ہیں اور ہمارے اصحاب سے ثابت ہو چکے ہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ انہی پر اعتماد کافی ہوگا۔ انتھی

اور حضرت ملا علی قاریؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں فرمایا ہے کہ یہ واضح قواعد کلیہ میں سے ہے کہ بیشک حضور علیہ السلام کی احادیث اور فقہی مسائل اور قرآنی تفاسیر کا نقل کرنا صرف انہی کتابوں سے جائز ہے جو مشہور (متداول) ہیں کیونکہ ان کے علاوہ دوسری کتابوں پر اعتماد نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ زندیق یا ملحد قسم کے لوگوں کی تصانیف ہوں۔ بخلاف محفوظ کتابوں کے (کہ ان کے مولفین پر اعتماد ہو چکا ہے)

تیسری وجہ: بیشک جن کتابوں سے یہ لوگ فتوىٰ دے رہے ہیں یہ نہ تو معتبر متون ہیں اور نہ ہی قابل اعتماد شروحات ہیں بلکہ وہ تو صرف فتاوىٰ ہیں جیسا کہ صحاری۔

اور ابن نجیمؒ نے اپنے رسالہ رفع الغشاء عن وقت العصر والعشاء میں انفع الوسائل سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ ایسے فتاوىٰ کی نقول کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا جبکہ وہ مذہب کے نقول کے معارض ہوں۔ اور فتاوىٰ کی نقول کی جانب میلان اس وقت ہو سکتا جب کہ کتب مذہب کے مخالف نہ پائی جائیں۔ انتھی

وقاضیخان وامثالهم فانهم لا یقدرون علی مخالفتها لشیخ لا فی الاصول ولا فی الفروع لکنهم یستنبطون الاحکام فی المسائل التی لا نص فیها علی حسب الاصول قررها الرابعة طبقة اصحاب التخریج من المقلدین کابی بکر الرازی واضرابه فانهم یقدرون علی تفصیل قول مجمل ذی وجهین وحکم محتمل لامرین الخامسة طبقة اصحاب الترجیح من المقلدین کالقدوری وصاحب الهدایة وامثالها وشانهم تفضیل بعض الروایات علی بعض بقولهم هذا اولی وهذا اصح روایة وهذا ارفق بالناس والسادسة طبقة المقلدین القادرین علی التمییز بین الاقوی والقوی والضعیف وظاهر المذهب وظاهر الروایة والروایة النادرة کاصحاب المنون المعتبرة

اور بیشک میں نے واضح کر دیا ہے کہ ان کتابوں کی نقول اس نماز (قضاء عمری) کے اس کیفیت کے ساتھ جائز قرار دینے میں مذہب کی مدونہ فروعات اور مقررہ اصولوں کے خلاف ہے تو ان کے مطابق فتویٰ دینا درست نہیں ہے۔

چوتھی وجہ: بیشک ان کتابوں پر فتویٰ کا دار ومدار ان کتابوں کے مصنفین کے حالات معلوم ہونے پر ہے اور اس بات پر ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں صحیح اقوال نقل کرنے کا التزام کیا ہے اور اس کے سوا ان کتابوں سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

ابن عابدین نے ہمارے شیخ المحقق هبة الله البعلی کی الاشباہ کی شرح رد المختار میں کہا ہے کہ ہمارے شیخ العلامہ الصالح الجنینی نے کہا ہے کہ کتب مختصرہ (تشریح طلب) سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جیسے النہر اور علامہ عینی کی شرح الکنز' تنویر الابصار کی شرح در مختار اور ایسی کتابوں پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے جن کے مصنفین کے حالات معلوم نہیں جیسا کہ کنز کی شرح ملا مسکین اور قہستانی کی شرح نقایہ۔ اور ایسی کتابوں سے بھی فتویٰ دینا درست نہیں جنہوں نے صحیح اقوال ہی نقل کرنے کا التزام نہیں کیا بلکہ ضعیف اقوال کو بھی نقل کرتے ہیں جیسا کہ زاہدی کی قنیہ۔ تو جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ انہوں نے کس سے نقل کیا ہے اور کس

من المتاخرين مثل صاحب الكنز وصاحب الوقاية وصاحب المختار وصاحب الجمع والسابعة طبقة المقلدين الذين لا يقدرون على ما ذكر ولا يفرقون بين الغث والسمين ولا يميزون الشمال عن اليمين بل يجمعون ما يجدون كحاطب ليل فالويل لهم ولمن قلدهم كل الويل انتهى وسادسها ان الروايات التى ذكرها هولاء المصنفون لم يذكروا سندها ولا اسندوها الى احد من المخرجين و قبول الحديث الذى لا اصل اى لا سند له ليس من شان العاقلين فان بين النبى صلعم وبين هولاء الناقلين مفاوز تنقطع فيها مطايا السائرين فكيف يجوز الاسناد بمجرد قولهم قال رسول اللّٰه كذا وكذا فان الرواية وصولها اليهم والينا لا يمكن ان يكون بدون

سے یہ قول لیا ہے (تو اس وقت تک ان کا اعتبار نہ ہوگا) انتھی

اور اسی طرح تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ میں سرخ کپڑا پہننے کی بحث میں اس کی کراہت کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ مقلد پر اپنے امام کی اتباع واجب ہے اور ظاہر بات ہے کہ جو ان ائمہ نے نقل کیا ہے' وہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ اور جو ابو المکارم نے نقل کیا ہے' وہ امام صاحب کا مذہب نہیں ہے کیونکہ ابو المکارم مجہول آدمی ہے اور اسی طرح اس کی کتاب بھی غیر معروف ہے۔

اور القھستانی تو سیلاب میں بہہ جانے والے اور رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے (یعنی ہر رطب ویابس کو جمع کرنے والا ہے) خصوصاً اس کا زاہدی معتزلی کی کتابوں پر اعتماد کرنا۔ انتھی اور میں نے اس بحث کے متعلق اپنے رسالہ النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے اور تفصیل سے اس پر بحث کی ہے کہ کس کے مطابق فتویٰ دینا جائز اور کس کے مطابق ناجائز ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

پانچویں وجہ : بیشک ان کتابوں پر اعتماد کا دارومدار ان کے مولفین کے حالات کی تحقیق پر ہے کہ یہ فقہاء کے کس طبقہ میں سے ہیں اور جب تک یہ تحقیق نہ ہو

الوسائط فلا بد من تحقيق احوال الوسائط وتشخيصهم و كشف عدالتهم ليكتسب الحديث به صفة القبول ان وجدت فی رواته صفات القبول او صفة الرد ان كانت فی رواتها صفات الرد وبدون ذلک فالاستناد به لا يليق بمن له ادنی مسكة قال محمد بن عبد الباقی الزرقانی فی شرح المواهب قال ابن المبارک الاسناد من الدين ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء وعنه مثل الذی يطلب دينه بلا اسناد كمثل الذی يرتقی السطح بلا سلم وقال سفيان الثوری الاسناد سلاح المومن فاذا لم يكن معه سلاح فبای شئی يقاتل وقال الشافعی مثل الذی يطلب الحديث بلا اسناد كمثل حاطب ليل وقال بقية ذاكرت حماد بن زيد باحاديث فقال ما اجودها لو كانت

جائے تو اعتماد بھی نہ ہوگا اور ان کا صوفیاء کے طبقہ میں سے ہونا تو ان کے قول پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ ہر فن کے رجال مختص ہوتے ہیں اور ہر مقام کی گفتگو علیحدہ ہوتی ہے۔ (لہٰذا فقہاء کے متعلقہ ابحاث میں صوفیاء کی بات کا اعتبار نہ ہوگا)

ملا علی قاری مکی نے اپنے رسالہ شم العوارض فی ذم الروافض میں فرمایا ہے' پھر آپ جان لیں کہ مفتی مقلد کے لیے ضروری ہے کہ جس کے قول پر فتویٰ دے رہا ہے' اس کے حال کو جانتا ہو اور روایت میں اس کا درجہ اور دیانت میں اس کا درجہ پہچانتا ہو تا کہ مختلف قول کرنے والوں میں تمیز پر کامل بصیرت اور مختلف متعارض اقوال کے درمیان ترجیح کے بارہ میں اس کو قدرت کاملہ حاصل ہو۔

فقہاء کے طبقات

پس تحقیق ابن پاشا نے فرمایا کہ فقہاء کے سات طبقات ہیں۔

پہلا طبقہ: پہلا طبقہ مجتہدین فی الشرع کا ہے جیسا کہ ائمہ اربعہؒ اور وہ لوگ جو اصول کے قواعد کی بنیاد رکھتے اور فروع واصول میں کسی کی تقلید کیے بغیر فروعی احکام ادلہ اربعہ سے ان قواعد کی روشنی میں اسی طرح استنباط کرتے ہیں جس طرح ائمہ اربعہ کرتے ہیں۔

لها اجنحة يعني اسناد انتهى ملخصا وقال على القاري المكي في تذكرة الموضوعات قد حكى الحافظ ابو بكر بن حذاء اتفق العلماء على انه لا يحل لمسلم ان يقول قال رسول الله كذا حتى يكون عنده ذلك القول مرويا ولو على اقل وجوه الروايات انتهى فان قلت هذه الاحاديث من الاحاديث المشهورة فلا حاجة الى تحقيق اسانيدها قلت ان اريد بكونها مشهورة شهرتها بالمعنى المصطلح عند الاصوليين فهو ايضا موقوف على ثبوت طرقها والاستناد بها ايضا موقوف على البحث عن رواتها وان اريد به مطلق الشهرة ولو على السنة المتفقهة او العامة فلا ينفع ذلك لان مثل هذه الشهرة ساقطة عن الاعتبار فيما هنالك فكم من احاديث اشتهرت على السنة

دوسرا طبقہ: دوسرا طبقہ مجتہدین فی المذہب کا ہے جیسا کہ امام ابو یوسف ؒ اور امام محمد ؒ اور امام ابو حنیفہ ؒ کے باقی اصحاب جو ادلہ مذکورہ سے احکام کے استخراج پر قدرت رکھتے ہیں ان قواعد کے مطابق جو ان کے استاذ نے مقرر فرمائے ہیں اور یہ حضرات اگرچہ بعض فروعی مسائل میں اپنے امام کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اصول کے قواعد میں وہ اسی کے مقلد ہیں اور اسی وجہ سے یہ حضرات ان لوگوں سے جدا سمجھے جاتے ہیں جو مذہب میں علیحدہ ہیں۔ جیسا کہ امام شافعی ؒ اور ان جیسے دوسرے ائمہ جو امام ابو حنیفہ ؒ کی احکام میں مخالفت کرتے ہیں اور اصول میں بھی ان کے مقلد نہیں ہیں۔ (تو ان کے امام صاحب سے اختلاف کی نوعیت اور ہے اور امام ابو یوسف ؒ وغیرہ کے امام ابو حنیفہ ؒ سے اختلاف کی نوعیت اور ہے)

تیسرا طبقہ: تیسرا طبقہ ان حضرات کا ہے جو ایسے مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن کے بارہ میں ان کے امام سے کوئی روایت نہ ہو۔ جیسا کہ امام خصاف، امام طحاوی، امام کرخی، امام شمس الائمہ سرخسی، امام فخر الاسلام بزدوی اور قاضی خان وغیرہم۔ پس بیشک یہ حضرات اپنے امام کی مخالفت کی قدرت نہیں رکھتے نہ اصول میں اور نہ فروع میں لیکن یہ ایسے مسائل میں احکام کا استنباط کرتے ہیں جن کے بارہ میں صراحت موجود نہیں ہوتی۔ اور یہ ان ہی اصول کے مطابق احکام کا استنباط کرتے ہیں جو ان کے امام

العامة او سطرت فی کتب المنفقهة ولا اصل لها فی الشریعة بل ھی موضوعة او ضعیفة ساقطة کحدیث لولاک لما خلقت الافلاک وحدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وحدیث یوم صومکم یوم نحرکم وحدیث لسان اھل الجنة العربیة والفارسیة الدریة الی غیر ذلک علی ما لا یخفی علی من طالع کتب نقاد الحدیث المصنفة فی ھذا الباب کموضوعات ابن الجوزی واللالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة والدرر المنتثرة فی الاحادیث المشتھرة کلاھما للسیوطی والمقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتھرة علی الالسنة للسخاوی وتذکرة الموضوعات لعلی القاری المکی وغیر ذلک قال محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی فی فتح المغیث بشرح

سے ثابت ہو چکے ہیں۔

چوتھا طبقہ: چوتھا طبقہ مقلدین میں سے اصحاب تخریج کا ہے جیسا کہ ابوبکر الرازی اور اس جیسے دیگر حضرات۔ پس بیشک یہ حضرات دو متضاد پہلوؤں والے مجمل قول کی تفصیل اور دو باتوں کا احتمال رکھنے والے حکم کی تفصیل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

پانچواں طبقہ: پانچواں طبقہ مقلدین میں سے اصحاب ترجیح کا ہے جیسا کہ امام قدوریؒ اور صاحب ہدایہؒ اور ان جیسے حضرات اور ان کا کام بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینا ہے اپنے اس قول کے ساتھ کہ یہ اولیٰ ہے اور یہ اصح روایت ہے اور یہ لوگوں پر آسانی کرنے والا طبقہ ہے۔ (یعنی اولیٰ اور غیر اولیٰ کا پہچاننا لوگوں کے لیے آسان ہو جاتا ہے)

چھٹا طبقہ: چھٹا طبقہ مقلدین میں سے ان حضرات کا ہے جو اقویٰ' قوی اور ضعیف کے درمیان نیز ظاہر المذہب' ظاہر الروایہ اور روایت نادرہ کے درمیان فرق کرنے پر قدرت رکھتے ہیں جیسا کہ متاخرین میں سے معتبر متون کے مصنفین جیسا کہ صاحب الکنز' صاحب الوقایہ' صاحب المختار اور صاحب المجمع

الفية الحديث المشهور يقع علی ما يروی باكثر من اثنين وعلی ما اشتهر علی الالسنة فليشتمل ما له اسناد واحد فصاعدا بل ما لا يوجد له اسناد اصلا كعلماء امتی كانبياء بنی اسرائيل وولدت فی زمن الملك العادل كسریٰ وقد يشتهر بين الناس احاديث هی موضوعة بالكلية وذلك كثير جدا ومن نظر فی الموضوعات لابن الجوزی عرف الكثير من ذلك انتهی وقال ايضا لا اعتبار الا بما هو مشهور عند اهل الحديث انتهی و بالجملة الشهرة الاصطلاحية وهی كون رواة الحديث فی الطبقة الاولی آحادا معدودين وكثرتهم بعد ذلك علی ما ذكره اصحاب اصول الحنفية او كون طرقه محصورة باكثر من اثنين علی ذكره علماء اصول الحديث مفقودة فی هذه

ساتواں طبقہ: اور ساتواں طبقہ ان حضرات کا ہے جو ان مذکورہ امور میں سے کسی پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ وہ کمزور اور قوی میں فرق کرتے ہیں اور نہ دائیں کو بائیں سے علیحدہ کر سکتے ہیں بلکہ رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح جو کچھ ان کو ملتا ہے' اس کو جمع کرتے جاتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر افسوس ہے اور ان کی تقلید کرنے والوں پر انتہائی افسوس ہے۔ انتھی (یہاں تک ابن پاشا کی عبارت مکمل ہوئی)

چھٹی وجہ: بیشک وہ روایات جن کو ان مصنفین نے ذکر کیا ہے' ان کی اسناد ذکر نہیں کیں اور نہ ہی ان احادیث کی تخریج کرنے والوں کا حوالہ دیا ہے اور ایسی حدیث کو جس کی کوئی اصل اور سند نہ ہو' اس کا قبول کرنا عقل مندوں کی شان نہیں ہے۔

پس بیشک نبی کریم ﷺ اور ان ناقلین کے درمیان ایسے بیابان ہیں کہ چلنے والوں کی سواریاں ان میں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ تو صرف ان کے یہ کہنے پر کیسے اعتماد کرنا جائز ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس اس طرح فرمایا ہے۔ پس بیشک روایت کا (حضور ﷺ سے) ان ناقلین تک یا ہم تک پہنچنا اسناد کے بغیر ممکن ہی نہیں تو اسناد کے احوال کی تحقیق اور ان کی جانچ پڑتال اور ان کی عدالت کی وضاحت ضروری ہے تاکہ اس کی وجہ سے حدیث صفت قبول کے ساتھ حاصل ہو جائے اگر ان کے راویوں میں قبول کی

الروايات لكونها خالية عن الطرق والاسانيد واما الشهرة المطلقة بمعنى كونها مشهورة على السنة العامة فغير معتبرة والا يلزم قبول كثير من الاحاديث الموضوعة فان قال قائل انها مشهورة عند الفقهاء قلنا ليس كذلك لخلو اكثر كتب الفقه من المذاهب الاربعة عن ذكرها وان ادعى انها مشهورة عند المحدثين قلنا هذا المدعى من الكاذبين فان اكثر كتب الحديث بل كلها لا اثر لها فيها فان قال قائل من نقل هذه الروايات لجلالة قدرهم وبناهة ذكرهم كاف للاستناد به قلنا كلا لا يقبل حديث من غير اسناد ولو نقله معتمد لا سيما اذا لم يكن الناقل من نقاد الاحاديث وجلالة قدره لا يستوجب قبول كل ما نقل الا ترى الى صاحب احياء العلوم مع

صفات پائی جاتی ہیں۔ یا اس روایت کا رد ہونا واضح ہو جائے اگر اس کے راویوں میں رد کی صفات پائی جاتی ہیں۔ اور اس کے بغیر اس روایت سے دلیل پکڑنا کسی ایسے شخص کے لیے مناسب نہیں جس میں تھوڑی سی عقل بھی ہے۔

اور محمد بن عبد الباقی الزرقانیؒ نے شرح المواہب میں فرمایا کہ ابن مبارکؒ نے فرمایا ہے کہ اسناد دین کا حصہ ہیں' اگر اسناد نہ ہوتیں تو ہر کوئی جو کچھ چاہتا' کہتا پھرتا۔ اور ان ہی سے یہ روایت بھی ہے کہ جو شخص اپنا دین سند کے بغیر حاصل کرتا ہے' اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سیڑھی کے بغیر چھت پر چڑھتا ہے۔ اور سفیان ثوریؒ نے فرمایا کہ اسناد تو مومن کا ہتھیار ہیں۔ تو جب اس کے پاس ہتھیار ہی نہ ہو تو کس چیز کے ساتھ وہ لڑے گا؟ اور امام شافعیؒ نے فرمایا جو آدمی حدیث کو سند کے بغیر حاصل کرتا ہے' اس کی مثال رات کو لکڑیاں اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے (کہ وہ لکڑیوں کے ساتھ ہر قسم کا کوڑا کرکٹ بھی اکٹھا کر لیتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہر صحیح اور غلط' بامقصد اور بے مقصد باتوں کو جمع کر لیتا ہے) اور بقیہؒ نے کہا کہ میں نے حماد بن زید کے ساتھ چند احادیث کا مذاکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر ان کے پَر یعنی اسناد ہوتیں تو یہ کیا ہی عمدہ ہوتیں۔ انتھی ملخصا

جلالة قدره اورد فی کتابه احادیث لا اصل لها فلم یعتبر بها کما یظهر من مطالعة تخریج احادیثه للحافظ العراقی وهذا صاحب الهدایة مع کونه من اجلة الحنفیة اورد فیها اخبارا غریبة و ضعیفة فلم یعتمد علیها کما یظهر من مطالعة تخریج احادیثها للزیلعی وابن حجر العسقلانی وسابعها ان آثار الوضع علی هذه الروایات ظاهرة و قرائن الاختلاف علیها قائمة قال الحافظ زین الدین العراقی فی شرح الفیة الحدیث قال ابن الصلاح وانما یعرف کون الحدیث موضوعا باقرار واضعه او ما ینزل منزلة اقراره قال وقد یفهمون الوضع من قرینة حال الراوی او المروی فقد وضعت احادیث طویلة تشهد بوضعها رکاکة الفاظها و معانیها انتهی و روینا

اور ملا علی قاریؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں کہا کہ الحافظ ابو بکر بن حذاء نے کہا ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی مسلمان کے لیے اس وقت تک یہ جائز نہیں ہے کہ یوں کہے کہ حضور ﷺ نے اس طرح فرمایا جب تک اس کے پاس یہ قول مروی نہ ہو اگرچہ کم درجہ کی روایت ہو۔

اعتراض : پس اگر آپ یہ کہیں کہ یہ حدیث تو احادیث مشہورہ میں سے ہے اس لیے اس کی اسناد کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے۔

جواب : تو میں کہوں گا کہ اگر مشہور سے مراد وہ شہرت ہے جو اصول حدیث والوں کی اصطلاح میں ہے تو وہ بھی اسناد کے ثبوت اور ان کے دلیل پکڑنے کے ثبوت پر موقوف ہے (یعنی پہلے یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ یہ حدیث مشہور ہے) اور اسی طرح ان کے رواۃ کی بحث (چھان بین) پر موقوف ہے اور اگر مشہور سے مراد مطلق شہرت ہے اگرچہ وہ علماء اور عوام کی زبان پر مشہور ہو تو یہ چیز فائدہ کا باعث نہیں کیونکہ اس شہرت کا ایسی جگہوں میں اعتبار ہی نہیں ہے۔ پس کتنی ہی احادیث ہیں جو عام لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں اور فقہی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں حالانکہ شریعت میں ان کا کوئی ثبوت ہی نہیں ہے۔ بلکہ وہ یا تو موضوع ہیں یا ساقط الاعتبار حد تک ضعیف ہیں جیسا کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ والی حدیث (یعنی حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ

عن الربیع بن خیثم قال ان للحدیث ضوء ا کضوء النهار تعرف وظلمة کظلمة اللیل تنکر وقال ابن الجوزی اعلم ان الحدیث المنکر یقشعر له جلد الطالب للعلم و یتنفر عنه قلبه فی الغالب انتهی وقال السخاوی فی شرح الالفیة وربما یعرف ای الوضع بالرکة ای الضعف عن قوة فصاحة صلعم فی اللفظ والمعنی معا وکذا فی احدهما والرکة فی المعنی کان یکون مخالفا للعقل ضرورة واستدلالا ولا یقبل تاویلا بحال نحو الاخبار عن الجمع بین الضدین قال ابن الجوزی وکل حدیث رایته یخالف العقول ویناقض الاصول فاعلم انه موضوع فلا تتکلف اعتباره ای لا تعتبر رواته ولا تنظر فی جرحهم او یکون مما یدفعه الحس والمشاهدة او مبائنا

نے فرمایا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں جہان کو پیدا ہی نہ کرتا) اور یہ حدیث کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ اور حدیث یوم صومکم یوم نحرکم اور یہ حدیث کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی احادیث ہیں جو احادیث کی نقد و جرح کرنے والے حضرات کی تصانیف مثلاً" موضوعات لابن الجوزی' اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة والدرر المنثورة فی الاحادیث المشهورة یہ دونوں کتابیں امام سیوطیؒ کی ہیں اور المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتہرة علی الالسنة' یہ امام سخاوی کی ہے اور ملا علی قاری مکیؒ کی تذکرۃ الموضوعات وغیرہ کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہیں۔

اور محمد بن عبد الرحمٰن السخاویؒ نے فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث میں کہا ہے کہ حدیث مشہور کا اطلاق اس پر بھی کیا جاتا ہے جو دو یا دو سے زائد اسناد سے مروی ہو اور اس پر بھی کیا جاتا ہے جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہو۔ تو یہ شامل ہوگا اس پر بھی جس کی ایک یا اس سے زائد اسناد ہوں بلکہ اس پر بھی جس کی کوئی سند نہ ہو۔ جیسا کہ یہ روایت کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور یہ حدیث کہ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا) میں عادل بادشاہ کسریٰ کے زمانہ میں پیدا ہوا ہوں' اور یہ احادیث لوگوں میں مشہور ہیں مگر یہ بالکل موضوع ہیں۔ اور اس

لنص الكتاب او السنة المتواترة او الاجماع القطعی او يتضمن الافراط بالوعيد الشديد على الامر اليسير او بالوعد العظيم على الفعل اليسير وهذا الاخير كثير موجود فی حديث القصاص انتهى وقال الحافظ ابن حجر فی شرح نخبة الفكر ومنها ای قرائن الوضع ما يوجد من حال المروی كان يكون مناقضا لنص القرآن او السنة المتواترة اوالاجماع القطعی او صريح العقل انتهى قال السيوطی فی تدريب الراوی بشرح تقريب النواوی ومن جملة دلائل الوضع ان يكون مخالفا للعقل بحيث لا يقبل ای تاويل او يكون مما يدفعه الحس والمشاهدة وان يكون منافيا لادلة الكتاب القطعية او السنة المتواترة او الاجماع القطعی وقال ابن الجوزی ما

قسم کی اور بھی بہت سی احادیث ہیں اور جو شخص ابن جوزی کی الموضوعات کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس قسم کی بہت سی احادیث کو پہچان لے گا۔ انتھی (امام سخاوی کی عبارت مکمل ہوئی) اور اسی طرح انہوں نے فرمایا کہ جن روایات کو حضرات محدثین کرام نے مشہور قرار دیا ہے' ان کے علاوہ کسی مشہور کا اعتبار نہ ہوگا۔ انتھی اور خلاصہ یہ ہے کہ (اصول کی حدیث کی رو سے) شہرت اصطلاحیہ یہ ہے کہ حدیث کے راوی طبقہ اولیٰ میں آحاد یعنی چند ہوں اور اس کے بعد ان کی تعداد بکثرت ہو جائے جیسا کہ اصحاب اصول حنفیہ نے ذکر کیا ہے (یعنی احناف کے اصول فقہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے) یا اس کی اسناد معدود مگر دو سے زائد ہوں جیسا کہ علماء اصول حدیث نے ذکر کیا ہے تو شہرت اصطلاحیہ ان روایات میں (جو قضاء عمری والے حضرات پیش کرتے ہیں) نہیں پائی جاتی۔ اس لیے کہ یہ تو طرق اور اسانید ہی سے خالی ہے۔ اور بہرحال شہرت مطلقہ اس معنی میں کہ عام لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں تو اس شہرت کا اعتبار نہیں ہے۔ ورنہ تو بہت سی موضوع احادیث کو قبول کرنا پڑے گا۔

اعتراض: پس اگر کوئی یوں کہے کہ یہ روایات فقہاء کے ہاں مشہور ہیں۔

جواب: تو ہم کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے اس لیے کہ مذاہب اربعہ کی اکثر کتب فقہ ان کے ذکر سے خالی ہیں' اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ محدثین کے ہاں مشہور ہیں تو

احسن قول القائل اذا رايت الحديث يباين المعقول او يخالف المنقول او يناقض الاصول فاعلم انه موضوع قال و معنى مناقضة الاصول ان يكون خارجا عن دواوين الاسلام المسانيد والكتب المشهورة انتهى ملخصا و مثله فى مقدمة ابن الصلاح ومختصر ابن جماعة و خلاصة الطيبى وغيرها من كتب اصول الحديث و تفصيل هذا البحث مفوض الى رسالتى ظفر الامانى بشرح المختصر المنسوب الى الجرجانى وفقنا الله لختمه كما وفقنى لبدئه ومن المعلوم ان هذه القرائن التى ذكروها لكون الحديث موضوعا موجودة فى هذه الروايات التى سطروها فانها مخالفة للعقول ومبائنة للاصول ومناقضة لصحيح المنقول ولا اثر لها فى دواوين

ہم کہیں گے کہ ایسا دعویٰ کرنے والا جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے پس بیشک حدیث کی اکثر کتابیں بلکہ ساری کی ساری کتب میں ان کا کوئی نام ونشان ہی نہیں ہے۔

پس اگر کوئی یوں کہے کہ بڑے مرتبے اور بڑی شہرت والے حضرات کا ان روایات کو نقل کرنا ہی ان سے دلیل پکڑنے کے لیے کافی ہے تو ہم کہیں گے کہ ہرگز اسناد کے بغیر حدیث قبول نہیں کی جا سکتی اگرچہ معتمد آدمی اس کو نقل کرے خصوصاً" جبکہ نقل کرنے والا احادیث کی پرکھ کرنے والوں (ائمہ جرح وتعدیل) میں سے نہ ہو اور کسی کا بلند شان والا ہونا اس کی ہر منقولہ بات کے قبول کر لینے کو واجب نہیں کرتا۔ کیا آپ احیاء العلوم والے (امام غزالیؒ) کو نہیں دیکھتے کہ اس نے بلند قدر ہونے کے باوجود اپنی کتاب میں ایسی حدیثیں لائی ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تو ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا جیسا کہ حافظ عراقی کی تخریج احادیث کے مطالعہ سے یہ چیز واضح ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح صاحب ہدایہ باوجودیکہ وہ احناف کے اجل حضرات میں سے ہیں' انہوں نے بھی بعض غریب اور ضعیف روایات پیش کی ہیں تو ان (روایات) پر اعتماد نہیں کیا جاتا جیسا کہ زیلعی کی ہدایہ کی تخریج احادیث (نصب الرایہ) اور ابن حجر عسقلانیؒ کی تخریج احادیث (الدرایہ) کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ساتویں وجہ : بیشک ان (قضاء عمری کے لیے پیش کی جانے والی) روایات کے

الحديث المشهورة المعتبرة الكافلة بجمع آثار الرسول وفيها من ركاكة الالفاظ ما لا يخفى على المتبحر ووعد كثير مبائن للعقل والنقل على الفعل القليل المختصر والذى اظنه ظنا صحيحا ان شاء اللّٰه تعالٰى ان امثال هذه الروايات وضعها بعض المتعبدين الجاهلين ظنا منهم انهم يحسنون من غير علم انهم فى ذلک مواخذون و نقل عنهم جمع بعد جمع اعتمادا عليهم واغترارا بحسن سيرتهم ويشهد لذلک انه لا يوجد امثال هذه الروايات الا فى كتب اصحاب الاوراد والوظائف ورسائل من يقصد جمع الغرائب واللطائف من غير تنقيد وتسديد ولو كان لها اصل لكان له اثر فى كتب الصحاح او السنن او المسانيد وغيرها من تصانيف

موضوع ہونے کی علامات ظاہر ہیں اور من گھڑت ہونے کے قرائن ان پر قائم ہیں۔ حافظ زین الدین عراقیؒ نے شرح الفیہ الحدیث میں فرمایا ہے کہ ابن الصلاح نے کہا ہے کہ حدیث کا موضوع ہونا یا تو واضع کے اقرار سے یا اس کے اقرار کے قائم مقام چیز کے پائے جانے سے پہچانا جاتا ہے۔ اس نے کہا کہ بیشک (حضرات محدثین کرام) راوی یا مروی روایت کی حالت سے ہی اس کا موضوع ہونا پہچان لیتے ہیں۔ پس بیشک لمبی لمبی احادیث وضع کی گئی ہیں جن کے الفاظ یا ان کے معنی کی کمزوری ہی ان کے موضوع ہونے پر شاہد ہیں۔ انتھی

اور ہم نے ربیع بن خیثم سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ حدیث کے لیے روشن دن کی چمک کی طرح چمک ہوتی ہے جس کو پہچانا جا سکتا ہے اور (من گھڑت روایت میں) رات کی تاریکی جیسی تاریکی ہوتی ہے جس کا انکار کیا جاتا ہے اور ابن جوزی نے کہا آپ جان لیں کہ بیشک منکر حدیث کی وجہ سے طالب علم کی جلد کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اکثر دل اس سے تنفر کرتا ہے۔ انتھی

اور سخاوی نے شرح الالفیہ میں فرمایا کہ بسا اوقات روایت میں لفظی یا معنوی کمزوری کی وجہ سے وضع کو پہچانا جاتا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کو لفظ اور معنی

المحدثين او کان له ذکر فی کتب الفقهاء المعتبرين واذ ليس فليس فان قال قائل نقلة هذه الروايات من الثقات ويستعبد عنهم نقل الخرافات والمكذوبات قلنا كونهم من المتدينين لا يستعبد به وقوع ذلک عنهم ولا اقول انهم نقلوا ذلک مع علمهم بكذب ذلک بل وقع لهم الاغترار بقول غيرهم فانهم ليسوا من المحدثين ولا اسندوها الى احد من الناقدين والعبرة فی هذا الباب لهم لا لغيرهم وقد قال السخاوی فی شرح الالفية واضرهم ای الوضاعين قوم زهد و صلاح نسبوا کابی بشر احمد بن محمد المروزی الفقيه وابی داؤد النخعی وقد وضعوا الاحاديث فی الفضائل والرغائب للحسبة بمعنی انهم يحتسبون بزعهم الباطل وجهلهم فی صنيعهم ذلک لاجر

دونوں میں اور اسی طرح ان میں سے ہر ایک میں بھی قوت فصاحت حاصل تھی۔ اور معنی میں کمزوری کا مطلب یہ ہے کہ بداہتا" واستدلالا" عقل کے مخالف ہو اور تاویل کو کسی حال میں قبول نہ کرے جیسا کہ ایسی اخبار جن میں اجتماع ضدین ہو۔ ابن جوزی نے فرمایا کہ ہر ایسی حدیث جس کو آپ عقل کے خلاف اور اصول سے متصادم دیکھیں تو جان لیں کہ وہ موضوع ہے۔ اس کے رواۃ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے معاملہ میں جرح کو دیکھا جائے گا۔ یا وہ حدیث ایسی ہو جس کو حس اور مشاہدہ رد کرتے ہیں یا وہ کتاب اللہ کی نص یا سنت متواترہ یا قطعی اجماع کے مباین ہو یا وہ معمولی بات میں بہت بڑی وعید یا تھوڑے سے فعل پر بہت بڑے وعدے پر مشتمل ہو اور یہ آخری صورت قصاص سے متعلق احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ انتھی (یعنی وہ روایات جن میں آتا ہے کہ جن لوگوں کے بارہ میں جنت کا فیصلہ ہو جائے گا مگر ان کے آپس میں معاملات ہوں گے تو ان کو ایک پل پر روک لیا جائے گا تو وہاں اپنے معاملات کو نمٹا لیں گے۔ ان میں ایسا آدمی بھی ہوگا جو اپنا حق معاف کرنے پر آمادہ نہ ہوگا تو اس کو جنت میں بہت بڑے محل اور بدلہ کا لالچ دیا جائے گا۔ اس قسم کی روایات کی طرف اشارہ ہے)

اور حافظ ابن حجرؒ نے شرح نخبة الفکر میں فرمایا ہے کہ موضوع حدیث کے

وطلب الثواب فقبلت تلک الموضوعات رکونا الیھم ووثوقا بھم لما اتصفوا بہ من التدین انتھی وقال العراقی وضرب یتدینون بذلک لترغیب الناس فی افعال الخیر بزعمھم وھم منسوبون الی الزھد وھم اعظم الاصناف ضررا لانھم یحتسبون بذلک ویرونہ قربۃ فلا یمکن ترکھم لذلک والناس یرکنون الیھم لما سنوا لہ من الزھد والصلاح فینقلونھا عنھم ولھذا قال یحیی بن سعید القطان ما رایت الصالحین اکذب منھم فی الحدیث یرید واللہ اعلم بذلک المنسوبین للصلاح بغیر علم یفرقون بہ بین ما یجوز لھم وما یمتنع علیھم انتھی وقد صرح جمع من المحدثین بکون امثال ھذہ الروایات موضوعۃ وبکون ھذہ الصلوۃ بدعۃ باطلۃ قال علی القاری

قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ مروی روایت کی حالت ایسی پائی جائے کہ وہ نص قرآنی یا سنت متواترہ یا قطعی اجماع یا صریح عقل کے خلاف ہو۔ انتھی

اور سیوطیؒ نے تقریب النواوی کی شرح تدریب الراوی میں فرمایا ہے کہ وضع کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ وہ عقل کے مخالف ہو اور تاویل کو قبول نہ کرے یا اس کو حس اور مشاہدہ رد کرے اور یہ کہ وہ کتاب کے قطعی دلائل یا سنت متواترہ یا قطعی اجماع کے منافی ہو۔

اور ابن الجوزیؒ نے فرمایا کہ قائل کی یہ بات کیا ہی اچھی ہے کہ جب آپ دیکھیں کہ حدیث معقول کے مباین یا منقول کے مخالف یا اصول سے متصادم ہے تو جان لیں کہ وہ حدیث موضوع ہے اور کہا کہ اصول سے متصادم ہونے کا معنی یہ ہے کہ مسانید کے بارہ میں اسلامی تالیفات اور مشہور کتابوں سے خارج ہو۔ انتھی ملخصاً" اور اسی کے مثل مقدمہ ابن الصلاح اور مختصر ابن جماعہ اور خلاصۃ الطیبی وغیرہ اصول حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور اس بحث کی تفصیل میں نے اپنے رسالہ ظفر الامانی بشرح المختصر المنسوب الی الجرجانی کے لیے چھوڑ دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے پورا کرنے کی توفیق دے جیسا کہ اس نے اس کے شروع کرنے کی توفیق دی ہے۔

المکی فی تذکرة الموضوعات حدیث من قضی صلوة من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان کان ذلک جابرا لکل صلوة فائتة فی عمره الی سبعین سنة باطل قطعا لانه مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لا یقوم مقام فائتة سنوات ثم لا عبرة بنقل صاحب النهایة ولا بقیة شراح الهدایة لانهم لیسوا من المحدثین ولا استندوا الحدیث الی احد من المخرجین انتهی ومثله فی رسالة اخری مختصرة له فی الموضوعات مسماة بالمصنوع فی معرفة الموضوع وقال القاضی الشوکانی فی الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة حدیث من صلی فی آخر جمعة من رمضان الخمس الصلوات المفروضة فی الیوم واللیلة قضت عنه ما اخل به من صلوة

اور یہ واضح بات ہے کہ یہ قرائن (جو محدثین کرام نے موضوع حدیث کے بیان کیے ہیں) ان روایات میں جو ان حضرات (قضاء عمری کے قائلین) نے ذکر کی ہیں' ان میں موجود ہیں۔ بیشک وہ روایات عقل کے مخالف اور اصول کے مباین اور صحیح منقول سے متصادم ہیں۔ اور حدیث کی ان معتبر اور مشہور کتب میں ان کا کوئی نشان تک نہیں ہے جن کتابوں میں آثار رسول ﷺ کو جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور پھر ان روایات میں الفاظ کی بھی ایسی کمزوری ہے جو کسی عالم پر مخفی نہیں ہے۔ اور بہت ہی مختصر فعل پر بہت بڑا وعدہ' یہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

اور میں یہ خیال کرتا ہوں اور ان شاء اللہ میرا خیال صحیح ہوگا کہ بیشک اس جیسی روایات کو بعض جاہل قسم کے مبتدعین نے وضع کیا ہے' یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں اور وہ اس سے بے خبر رہے کہ اس بارہ میں ان کا مواخذہ بھی کیا جائے گا۔ اور ان پر اعتماد اور ان کے حسن سیرت سے دھوکہ کھانے کی وجہ سے یہ روایات جماعت در جماعت نقل ہوتی گئیں۔

اور اس کی شہادت یہ چیز دیتی ہے کہ یہ احادیث صرف صوفیاء کی کتابوں میں ملتی ہیں یا ان لوگوں کے رسائل میں ملتی ہیں جو تنقید اور اصلاح کی پرواہ کیے بغیر غرائب

سنة هذا موضوع بلا شک فيه ولم اجده فی شئی من الکتب التی جمع مصنفوها فيها الاحاديث الموضوعة ولکنه اشتهر عند جماعة من المتفقهة بمدينة صنعاء فی عصرنا هذا وصار کثير منهم يفعلون ذلک ولا ادری من وضعه لهم فقبح اللّٰه الکذابين انتهی وقال الشيخ عبدالعزيز الدهلوی فی رسالته العجالة النافعة عند ذکر قرائن الوضع ما معربه الخامس ان يکون مخالفا لمقتضی العقل و تکذبه القواعد الشرعية مثل القضاء العمری ونحو ذلک انتهی و فی شرح المواهب اللدنية لمحمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی نقلا عن شرح منهاج النووی لابن حجر المکی الهيثمی الشافعی المسمی بالتحفة بعد ذکر قباحة حفيظة رمضان وسياتی ذکرها واقبح من

اور لطائف کو جمع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

اور اگر ان روایات کی کچھ بھی اصل ہوتی تو یہ ان کتب صحاح، سنن یا مسانید وغیرہ میں ہوتیں جو محدثین کرام نے تصنیف فرمائی ہیں۔ یا ان کا ذکر معتبر فقہاء کی کتابوں میں ہوتا۔ جب یہ بات نہیں ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان روایات کی کوئی اصل ہی نہیں ہے۔

اعتراض: پس اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ یہ روایات ایسے ثقہ راویوں سے منقول ہیں جن سے خرافات اور جھوٹی روایات کا نقل کرنا بعید ہے۔

جواب: تو ہم کہتے ہیں کہ ان راویوں کے دیندار ہونے کے باوجود ان سے اس کا صادر ہونا بعید نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے ان کے کذب کا علم ہونے کے باوجود ان کو نقل کیا ہے بلکہ ان کو دوسرے لوگوں کے قول سے مغالطہ لگ گیا ہے۔ پس بیشک نہ تو وہ محدثین میں سے ہیں اور نہ انہوں نے ناقدین حدیث میں سے کسی کی جانب ان احادیث کی اسناد کی ہے۔ اور اس (حدیث کے قبول کرنے اور نہ کرنے) کے باب میں ان (محدثین اور ناقدین) کا اعتبار ہے، کسی دوسرے کا اعتبار نہیں ہے۔

ذلک ما اعتید فی بعض البلاد من صلوۃ الخمس فی ھذہ الجمعة عقب صلاتھا زاعمین انھا تکفر صلوات العام او العمر المتروکة وذلک حرام لوجوہ لا تخفی انتھی ونقل بعضھم عن حمایة الفقه لا سبیل لقضاء الصلوات الخمس فی آخر جمعة رمضان کما قیل من قضی صلوات خمسة فھی جابرۃ لسبعین سنة لان الاحادیث المرویة فیه موضوعة عند المحدثین انتھی ونقل ایضا عن مواھب المنان شرح تحفة الاخوان والتبیین وما اعتادہ بعض اھل خراسان من قضاء الفوائت المتکثرۃ بقضاء صلوۃ یوم واحد فی الجمعة الاخیرۃ من رمضان خلف الامام فلیس بشئی لان فیه مفاسد احدھا ان من شرط الاقتداء اتحاد صلوۃ الامام والماموم اتحادا شخصیا وھذا لا

اور امام سخاویؒ نے شرح الالفیہ میں فرمایا ہے کہ ان (احادیث کو) وضع کرنے والے حضرات میں سے سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا وہ طبقہ ہے جو زہد اور صلاح کی جانب منسوب ہے (یعنی صوفیاء کرام) جیسے ابو بشر بن احمد بن محمد المروزی الفقیہ' اور ابو داؤد النخعی بیشک انہوں نے ترغیبات اور فضائل میں نیکی کی امید سے احادیث وضع کی ہیں یعنی وہ اپنے زعم باطل اور اپنی اس کارروائی کو جہالت کی وجہ سے اجر اور ثواب خیال کرتے ہیں' پھر ان پر اعتماد اور ان کے دین داری کے ساتھ متصف ہونے کے باعث ان پر وثوق کی وجہ سے یہ موضوع روایات قبول کرلی گئیں۔ انتھی

اور عراقی نے کہا کہ (ان وضاعین میں سے) ایک طبقہ کے لوگ اپنے زعم کے مطابق خیر کے کاموں میں لوگوں کو رغبت دلانے کے لیے اس (وضع حدیث) کو دینداری سمجھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو زہد کی جانب منسوب ہیں (یعنی صوفیاء کرام) اور یہ طبقہ باقی تمام کی بہ نسبت زیادہ ضرر رساں ہے کیونکہ وہ اس کو نیکی اور قربت خیال کرتے ہیں تو ان کا اس کو چھوڑنا کیسے ممکن ہے۔ اور لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے زہد اور صلاح کا طریق اختیار کیا ہوا ہے' پھر وہ لوگ ان سے ان (موضوع روایات) کو نقل کرتے ہیں۔ اور اسی لیے یحییٰ بن سعید القطانؒ نے فرمایا کہ

یوجد فیهم یقینا والثانی انهم یعتقدون ان هذه الصلوة تکفیهم عن جمیع الفوائت وهذا الاعتقاد یقلع اصل احکام الاسلام والثالث انها اعلان وتشهیر لکبائر نفوسهم وهو فسق والرابع انها اختراع بدعی وضلالة ما اجاز لهم الشارع لذلک لا دلالة ولا اشارة ولا قیاسا ولا اجماعا وما رواه من حدیث فی ذلک کذب لا ینبغی لمومن المحقق ان یصغی الیه کما حققه علی القاری فی التذکرة والفاضل الگجراتی فی مجمع البحار وغیرهما فی غیرهما انتهی وقد بلغنی عن بعض الناس لما ارسلت الیهم عبارة القاری الدالة علی الوضع انه قال لا اعتبار للقاری بحذاء صاحب النهایة فالمعتمد هو نقل صاحب النهایة لا حکم القاری وهذا قول اظن ان

میں نے حدیث کے معاملہ میں صوفیاء سے زیادہ جھوٹا کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کی (اس قول سے یحییٰ بن سعید کی) مراد کو اللہ ہی جانتا ہے' بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات جائز اور ناجائز کا علم نہ ہونے کی وجہ سے فرق نہیں کر سکتے اور وہ زہد کی جانب منسوب ہیں۔ انتہی (چونکہ ان کا اپنا باطن صاف ہوتا ہے اس لیے وہ دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھ کر ان کی بات کا اعتماد کر لیتے ہیں۔ مترجم)

قضاء عمری کے بدعت ہونے پر اقوال

اور بیشک محدثین کی جماعت نے اس جیسی روایات کے موضوع ہونے اور اس نماز کے بدعت باطلہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

ملا علی قاریؒ نے تذکرۃ الموضوعات میں فرمایا کہ وہ حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ جس آدمی نے رمضان کے آخری جمعہ میں فرض نمازوں کی قضا کی نیت سے نماز پڑھی تو یہ نماز اس کی تمام فوت شدہ نمازوں حتیٰ کہ ستر سال کی نمازوں کی طرف سے تلافی بن جاتی ہے تو یہ حدیث قطعاً باطل ہے کیونکہ یہ اجماع کے منافی ہے اس لیے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ عبادات میں سے کوئی عبادت کئی سالوں کی فوت شدہ عبادت کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

من صدر عنه جاهل لا يعرف مراتب المحققين ولا يعلم الفرق بين الفقهاء والمحدثين فان اللّٰه تعالٰی خلق لكل فن رجالا وجعل لكل مقام مقالا ويلزم علينا ان ننزلهم منازلهم ونضعهم بمراتبهم فاجلة الفقهاء اذا كانوا عارين من تنقيد الاحاديث لا نسلم الروايات التی ذكروها من غير سند ولا مستند الا بتحقيق المحدثين ونقلة الاحاديث اذا كانوا عارين عن الفقاهة لا نقبل كلامهم فی الفقه كلام الفقهاء المعتبرين وقس علی هذا صاحب كل فن بكل فن فصاحب النهاية وان كان من اجلة الفقهاء لكنه ليس ببالغ الی مراتب المحدثين فلا نقبل رواياته بلا سند الا اذا نص علی اعتبارها جمع من المحدثين فان العبرة فی هذا الباب كما مر غير

پھر صاحب نہایہ اور ہدایہ کے دیگر شراح کی (اس بارہ میں) نقل کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ وہ نہ تو محدثین میں سے ہیں اور نہ ہی انہوں نے احادیث جمع کرنے والوں میں سے کسی کی جانب حدیث کی اسناد کی ہے انتھی (یعنی انہوں نے اس حدیث کی کوئی سند بھی بیان نہیں کی)

اور اسی کے مثل انہوں نے موضوع روایات کے بارے میں لکھے گئے اپنے دوسرے مختصر رسالہ جس کا نام المصنوع فی معرفۃ الموضوع ہے' اس میں فرمایا ہے۔

اور قاضی شوکانیؒ نے الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث جس میں یہ آتا ہے کہ جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں دن رات میں پانچ نمازیں (قضاء کی نیت سے) پڑھ لیں تو اس کی سال بھر کی نمازوں کی قضا ہو جاتی ہے تو یہ حدیث موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور میں نے ان مصنفین کی کتابوں میں سے کسی میں بھی اس حدیث کو نہیں پایا جنہوں نے اپنی کتابوں میں موضوع احادیث بھی جمع کی ہیں۔ لیکن صنعاء شہر کے فقیہ خیال کی جانے والی ایک جماعت سے ہمارے اس زمانہ تک یہ (نماز قضاء عمری) مشہور ہے اور ان کی اکثریت یہ کرتی ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ان کے لیے اس کو کس نے ایجاد کیا ہے۔

مرة بهم لا بغيرهم هذا وخلاصة المرام فی هذا المقام ان الروایات فی باب القضاء العمری مکذوبة وموضوعة والاهتمام بہ مع اعتقاد تکفیر ما مضی بدعة باطلة ولیس العمل به الا کالعمل باحادیث صلوة الرغائب وصلوة شعبان وغیرها مما صرحوا بوضعها واختلافها وقد صرحوا بان العمل بالحدیث الموضوع وکذا ذکره من دون اقتران حکم وضعه محرم لا یفعله من له ادنی حلم ومن الامور المحدثة الباطلة فی آخر جمعة رمضان کتابة حفیظة رمضان قال السخاوی فی المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشترة علی الالسنة حدیث لا آلاء الا آلانک یا اللّٰہ انک سمیع علیم محیط به علمک کعسهلون وبالحق انزلنه وبالحق نزل هذه الفاظ اشتهرت ببلاد

پس اللہ تعالیٰ کذابوں کو خیر سے محروم کرے۔ انتہی۔

اور الشیخ عبد العزیز الدہلویؒ نے اپنے رسالہ العجالتہ النافعہ میں حدیث کے موضوع ہونے کے چند قرائن ذکر کرنے کے بعد فرمایا جس کی عبارت اس طرح ہے۔ "پانچواں قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث مقتضاء عقل کے مخالف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کرتے ہوں جیسا کہ قضاء عمری وغیرہ" انتہی۔

اور محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکیؒ کی کتاب شرح اللدنیہ میں ابن حجر المکی الہیثمی الشافعی کی کتاب التحفہ جو منہاج النووی کی شرح ہے' اس سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے بعد اس کے کہ انہوں نے رمضان میں پائی جانے والی بعض ایسی چیزوں کی قباحت ذکر کی ہے جن کا رمضان میں اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور عنقریب ان کا ذکر آئے گا۔ اور ان میں سے بد ترین وہ ہے جو بعض شہروں میں عادت بنالی گئی ہے کہ اس جمعہ کی نماز کے بعد پانچ نمازیں اس خیال سے پڑھتے ہیں کہ یہ سال بھر یا عمر بھی کی چھوڑی ہوئی نمازوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ اور یہ کئی ایسی وجوہ سے حرام ہے جو مخفی نہیں ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے حمایة الفقہ سے نقل کیا ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں پانچ نمازوں کو قضاء کی نیت سے پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ جیسا کہ

اليمن ومكة ومصر والمغرب انها خفيظة رمضان يحفظ من الغرق والسرق والحرق وسائر الافات ويكتب فى آخر جمعة منه فجمهورهم يكتبونه والخطيب يخطب على المنبر وبعضهم بعد صلوة العصر وهى بدعة لا اصل لها وان وقع فى كلام بعضهم وروها فى حديث ضعيف وكان شيخنا ينكرها جدا حتى وهو على المنبر فى اثناء الخطبة حين يرى من يكتبها كما بينه فى الجواهر والدرر انتهى ونقله عنه تلميذه القسطلانى فى المواهب اللدنية واقره وقال الزرقانى فى شرحه نقلا عن التحفة جزم ايمتنا وغيرهم بحرمة كتابة و قرائة الكلمات الاعجمية التى لا يعرف معناها وقول بعض كعسهلون حية محيطة بالعرش راسها على ذنبها لا يعول عليه لان

کہا گیا ہے کہ جس آدمی نے پانچ نمازیں قضا کی نیت سے پڑھ لیں' یہ ستر سال کی کوتاہی کی تلافی کر دیتی ہیں اس لیے کہ یہ احادیث جو اس بارہ میں مروی ہیں' یہ محدثین کے ہاں موضوع ہیں۔ انتھی۔ اور اسی طرح مواھب المنان شرح تحفة الاخوان والتبیین سے نقل کیا گیا ہے کہ بعض اہل خراسان نے جو عادت اپنائی ہے کہ وہ بہت سی فوت شدہ نمازوں کی قضا رمضان کے آخری جمعہ میں ایک دن کی نماز قضا کی نیت سے امام کے پیچھے پڑھتے ہیں' اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے اس لیے کہ اس میں بہت سے مفاسد ہیں۔

فساد کی پہلی وجہ : بیشک اقتداء کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ امام اور مقتدی کی نماز کا اتحاد مخصص ہو (یعنی فرائض کی ادائیگی کے لیے ہر لحاظ سے اتحاد ہو کہ جیسی اور جو نماز امام کی ہے' وہی مقتدی کی ہو۔ البتہ فرض پڑھنے والے امام کے پیچھے نفل پڑھنے کا مسئلہ جدا ہے۔ مترجم) اور یہ اتحاد اس صورت میں نہیں پایا جاتا (اس لیے کہ معلوم نہیں کہ امام کی کس دن کی پہلی نماز قضا ہوئی تھی اور مقتدیوں کی کون سی تھی)

مثل ذلک لا مدخل للرای فیه فلا یقبل فیه الا ما ثبت عن معصوم علی انها بهذا المعنی لا تلائم ما قبلها فی الحفیظة وهو لا ٠آلاء الا آلاؤک بل هذا اللفظ فی غایة الابهام ومن ثم قیل انها اسم صنم ادخلها ملحد علی جهة العوام وکان بعضهم اراد رفع ذلک الابهام فزاد بعد الجلالة محیط به علمک کعسهطون ای کاحاطة تلک الحیة بالعرش وهو غفلة عما تقریران هذا لا یقبل الا ما صح فیه عن معصوم واقبح من ذلک ما اعتید فی بعض البلاد من صلوۃ الخمس فی هذه الجمعة الی آخر ما نقله سابقا وقال ابن الحاج المالکی فی المدخل وینهی الناس عن کتبهم الحفائظ فی آخر جمعة من رمضان فی حال الخطبة الثالث انه یشتغل عن سماع الخطبة الرابع

فساد کی دوسری وجہ: بیشک وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ نماز ان کی تمام فوت شدہ نمازوں کی جگہ کافی ہو جاتی ہے اور یہ اعتقاد تو احکام اسلام کی جڑ ہی اکھاڑ دیتا ہے۔ (یعنی اس نظریہ کی روشنی میں تو احکام اسلام باقی ہی نہ رہیں گے اس لیے کہ کئی سال زکوٰۃ نہ دینے والا ایک دفعہ زکوٰۃ دے کر کہہ دے گا کہ گزشتہ سالوں کی تلافی ہو گئی۔ اسی طرح روزوں وغیرہ کا معاملہ ہوگا تو احکام اسلام باقی ہی نہ رہیں گے)

فساد کی تیسری وجہ: بیشک یہ اپنے کبائر کا اعلان اور تشہیر ہے اور یہ فسق ہے۔

فساد کی چوتھی وجہ: بیشک یہ من گھڑت بدعت اور گمراہی ہے جس کی شارع علیہ السلام نے اجازت نہیں دی' نہ دلالتاً" اور نہ اشارۃً" نہ قیاساً" اور نہ اجمالاً" اور جو اس بارہ میں حدیث روایت کرتے ہیں' وہ ایسا جھوٹ ہے کہ کسی حق والے مومن کو مناسب ہی نہیں کہ اس کی جانب کان لگائے جیسا کہ ملا علی قاری نے اس کی تحقیق تذکرہ میں اور فاضل گجراتی نے مجمع البحار میں اور ان کے علاوہ دیگر حضرات نے اپنی کتب میں کی ہے انتھی۔

اور مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کو جب ملا علی قاریؒ کی یہ عبارت

انه يشتغل ببدعة ويترک ما اختلف فيه الناس من الاصغاء حال الخطبة هل هو فرض او سنة موكدة الخامس ما احدثوه من بيعها وشرائها في المسجد فينهى عن ذلک ويزجر فاعله وبعض الناس يكتبها بعد العصر يوم الجمعة وذلک بدعة ايضا لكنها اخف من البدعة المتقدم ذكرها اذ ليس ثم خطبة يشتغل عنها ولو كتبها واسقط عنها اللفظ العجمى ولم يتخد لكتابتها وقتا معلوما لكان ذلک جائزا انتهى ومن الامور المحدثة تسميتهم الجمعة الاخرة من جمعات رمضان بجمعة الوداع وهذه التسمية وان لم يرد بها كتاب ولا سنة لكن لا باس بذلک اخذا من تسمية آخر جمعات النبى صلعم فى السنة العاشرة من الهجرة بحجة الوداع وليس فى امثال

پہنچی جس میں انہوں نے اس روایت کو موضوع کہا ہے تو ان لوگوں نے کہا کہ صاحب النہایہ کے مقابلہ میں ملا علی قاری" کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ صاحب النہایہ کی نقل کا اعتماد ہے نہ کہ ملا علی قاری کے حکم کا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی بات کوئی ایسا جاہل آدمی ہی کہہ سکتا ہے جو محققین کے مراتب کو نہیں پہچانتا اور نہ ہی وہ محدثین اور فقہاء کے درمیان فرق کو جانتا ہے۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر فن کے لیے مستقل آدمی پیدا فرمائے ہیں اور ہر ایک کے کلام کرنے کا مقام مختلف ہے۔ اور ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کو ان کے مقام پر ہی اتاریں اور ان کے مراتب پر ہی رکھیں۔ پس اجل فقہاء جب وہ احادیث کی تنقید کے فن سے ناواقف ہوں تو ہم وہ روایات ان کی تسلیم نہیں کرتے جو وہ بلا سند ذکر کریں اور کوئی روایت محدثین کی تحقیق کے بغیر مستند ہو ہی نہیں سکتی۔ اور محدثین کا احادیث کو نقل کرنا جبکہ وہ فقاہت سے ناواقف ہوں تو ہم ان کی بات فقہی مسائل میں تسلیم نہیں کرتے کیونکہ فقہ میں معتبر فقہاء کے کلام کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے۔ اور اسی پر آپ باقی ہر فن والے کے بارے میں قیاس کریں۔ پس صاحب النہایہ اگرچہ اجل فقہاء میں سے ہیں لیکن وہ محدثین کے مراتب تک پہنچنے والے نہیں ہیں تو ان کی بلا سند روایت ہم قبول نہیں کر سکتے۔ مگر اس وقت جبکہ محدثین کی جماعت سے اس کا اعتبار کرنے پر صراحت موجود ہو۔ پس اس باب میں

هذه التسمية ابتداع غير مشروع واختراع امر ممنوع ومن الامور المحدثة ما شاع فی اکثر بلاد الهند والدکن وغيرهما من قراءة الخطباء فی خطبة آخر جمعات رمضان اشعارا فارسية وهندية مشتملة علی مضامين التحسر بذهاب رمضان وهذا امر يجب علی العلماء الزجر عنه فان خلط الخطبة بغير العربية کذا قراءة کلها بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من عصر حضرة الرسالة والصحابة ومن بعدهم من ارباب الجلالة وقد حققت هذه المسئلة مع ما لها وما عليها فی رسالتی آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس فلتطالع ومن الامور المحدثة ما ذاع فی اکثر بلاد الهند والدکن وغيرهما من تسمية خطبة الجمعة الاخيرة بخطبة الوداع

اعتبار ان ہی کا ہے' کسی اور کا نہیں جیسا کہ پہلے کئی بار گزر چکا ہے۔ اور اس مقام پر مقصودی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک قضاء عمری کے بارے میں جو روایات ہیں' وہ جھوٹی اور من گھڑت ہیں اور تمام فوت شدہ نمازوں کی قضا کا کفارہ ہونے کے اعتقاد سے اس نماز کا اہتمام بدعت باطلہ ہے۔ اور اس پر عمل اسی طرح ہے جس طرح کہ صلوٰۃ الرغائب اور صلوٰۃ شعبان وغیرہا کی روایات پر جن کے بارہ میں انہوں نے موضوع ہونے کی صراحت کی ہے۔

اور انہوں نے اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ موضوع حدیث پر عمل کرنا اور اسی طرح موضوع ہونے کا حکم لگائے بغیر اس کا ذکر کرنا حرام ہے جس کا ارتکاب معمولی عقل والا آدمی بھی نہیں کر سکتا۔

کتابت حفیظہ

(رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں خطبہ کے دوران یا عصر کی نماز کے بعد مخصوص الفاظ پر مشتمل ایک تعویذ لکھتے ہیں' اس کو کتابت حفیظہ کہتے ہیں)

اور رمضان کے آخری جمعہ میں من گھڑت بدعات میں ایک کتابت حفیظہ رمضان ہے۔ امام سخاویؒ نے المقاصد الحسنہ فی الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنہ میں کہا ہے

وتضمينها جملا دالة على التحسر بذهاب ذالک الشهر فيدرجون فيها جملا دالة على فضائل ذلک الشهر ويقولون بعد جملة او جملتين الوداع والوداع اوالفراق والفراق لشهر رمضان او الوداع او الوداع يا شهر رمضان و نحو ذلک من الالفاظ الدالة على ذلک ومنهم من يقرء خطبة الوداع يوم عيد الفطر وهذا المحدث لا يدرى من اى زمان حدث واين حدث وكتب الفقه والحديث من المتقدمين والمتاخرين لا يوجد فيها اثر من ذلک وقد اختلف ارباب العلم فى عصرنا وشئى ممن قبلنا فى ذلک فمن مفرط مشدد ومن مفرط غير مسدد اما الفرقة الاولىٰ فشددت فى منعها بالكلية وحكم بكونها ضلالة لوجوه الاول ان مثل هذه الخطبة المشتملة على مثل هذه

کہ حدیث لا آلاء الا آلا ئک یا اللہ انک سمیع علیم محیط بہ علمک کعسھلون و بالحق انزلنہ و بالحق نزل (تیری نعمتوں کے سوا کوئی نعمت نہیں ہے' اے اللہ تو سننے والا جاننے والا ہے' احاطہ کرنے والا ہے اس کے ساتھ تیرا علم جیسا کہ سانپ عرش کا احاطہ کرنے والا ہے اور ہم نے حق کے ساتھ اس کو نازل کیا ہے اور حق کے ساتھ ہی وہ اترا ہے) یہ الفاظ یمن' مکہ' مصراور مغرب کے علاقوں میں مشہور ہیں۔ بیشک یہ حفیند رمضان ہیں کہ ان کو پڑھنے یا لکھنے والا غرق ہونے' مال کے چوری ہونے اور جلنے اور باقی آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور یہ اسی رمضان کے آخری جمعہ کو لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کی اکثریت اس وقت اس کو لکھتی ہے جبکہ خطباء منبر پر خطبہ دیتے ہیں۔ اور بعض ان میں سے عصر کے بعد لکھتے ہیں۔ اور یہ ایسی بدعت ہے جس کا کوئی اصل اور ثبوت نہیں ہے۔ اگرچہ بعض لوگوں کے کلام میں یہ واقع ہوا ہے۔ اور ضعیف قسم کی حدیث بھی اس میں وارد ہے اور ہمارے شیخ اس کا شدت سے انکار کرتے تھے حتیٰ کہ اگر وہ دوران خطبہ کسی کو لکھتا ہوا دیکھ لیتے تو دوران خطبہ ہی سخت تردید فرماتے۔ جیسا کہ میں نے اس کی وضاحت الجواہرنظور الدرر میں کر دی ہے۔

انتہی۔

الکلمات الوداعیة لم ینقل عن النبی صلعم واصحابه و تابعیهم و تبعهم وکل ما لم یوجد فی القرون الثلثة فهو بدعة محدثة وکل بدعة ضلالة وفیه ان البدعة فی الکبرٰی الاولٰی ان ارید بها البدعة اللغویة فان ارید فی کبرٰی القیاس الثانی البدعة الشرعیة وهی ما لم یوجد بنفسه ولا بنظیره فی القرون الثلثة ولم یدل علیه دلیل من الادلة الشرعة فالحد الاوسط غیر متکرر وان ارید بها اللغویة ایضاً فالکلیة ممنوعة لان المحکوم علیه بکون کل فرد منه ضلالة انما هو البدعة الشرعیة واما اللغویة فمنقسمة الی اقسام النفع وقد حققت هذا البحث وما یتعلق به فی رسالتی اقامة الحجة علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعة وفی رسالتی تحفة الاخیار في احیاء سنة سید

اور اس (امام سخاویؒ) کے شاگرد قسطلانیؒ نے المواهب اللدنیہ میں اس کو نقل کیا اور اس کی تائید کی ہے۔

اور زرقانیؒ نے اپنی شرح میں التحفه سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہمارے ائمہ اور ان کے علاوہ دیگر حضرات ایسے غیر عربی کلمات کی کتابت اور قراء ت کو حرام جانتے ہیں جن کے معانی نامعلوم ہوں (اور اس کلام میں کعسهلون کا معنی معلوم نہیں ہے) اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ کعسهلون یہ ایک سانپ ہے جو عرش کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اس کا سر اس کی دم پر ہے۔ اس قول پر بھروسہ نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس جیسی بات کو رائے سے تو معلوم نہیں کیا جا سکتا تو جب تک معصوم ذات (یعنی نبی ﷺ) سے ثابت نہ ہو جائے' اس وقت تک اس کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ (کعسهلون کا یہ معنی) یہ حفیظ کے ما قبل کلام یعنی لا آلاء الا آلا ئک کے مناسب بھی نہیں ہے بلکہ اس لفظ میں انتہائی ابہام ہے۔

اور اس وجہ سے بعض حضرات نے یہ کہا کہ یہ ایک صنم (بت) کا نام ہے۔ اور ان میں سے بعض نے اس ابہام کو رفع کرنے کا ارادہ کیا اور اسم جلالہ (یا اللّٰہ انک سمیع علیم) کے بعد محیط بہ کعسهلون کا اضافہ کر دیا۔ یعنی تیرا علم اس

الابرار و فی رسالتی التحقیق العجیب فیما یتعقل بالتثویب وفی رسالتی ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان وغیرها فلتطالع وایضا" لو تم هذا الدلیل لم یختص بخطبة الوداع بل جری فی کل خطبة صنفها العلماء وقراها الخطباء بعبارات جدیدة لم تنقل عن حضرة الرسالة والصحابة ومن بعدهم ممن تبعهم والحل ان اصل وضع الخطبة لتذکیر نعم اللّٰه والتخویف من عذاب اللّٰه والمقصود منها انما هو الترغیب والترهیب و تعلیم الاحکام فکل ما اشتمل علیه یحصل به المرام سواء کانت معانیه والفاظه بعینها ماثورة او کانت مخترعة محدثة فلیس الاختراع فی مثل ذلک موجبا للضلالة والا لزم حصر الخطب فی الخطب المنقولة عن اصحاب

طرح احاطہ کرتا ہے جس طرح یہ سانپ عرش کا احاطہ کرتا ہے۔ اور یہ اس مقررہ اور پختہ اصول سے غفلت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایسی بات صرف معصوم ذات کے بتانے سے ہی صحیح ہو سکتی ہے۔ اور قبیح ترین بات اس بارہ میں یہ ہے جو بعض شہروں میں عادت بنائی گئی ہے یعنی جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے' اس (کتابت حفیظہ) کے آخر میں اس جمعہ میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں۔

اور ابن الحاج نے اپنی کتاب المدخل میں کہا ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں دوران خطبہ لوگوں کو حفیظہ لکھنے سے روکا جائے (پہلی خرابی یہ کہ یہ بدعت ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس میں ایسا کلمہ ہے جس کا معنی ہی معلوم نہیں اور) تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ لکھنا تو خطبہ سننے میں خلل ڈالتا ہے۔ اور چوتھی خرابی یہ ہے کہ یہ لکھنے والا بدعت میں مشغول ہوتا ہے۔ اور اس چیز کو چھوڑ دیتا ہے جس کے فرض یا سنت موکدہ ہونے میں اختلاف ہے یعنی دوران خطبہ' خطبہ کی جانب کان لگانا۔ اور پانچویں خرابی یہ ہے کہ یہ لوگ اس (تعویذ) کی مسجد میں خرید وفروخت کرتے ہیں تو اس سے روکا جائے گا اور ایسا کرنے والے کو زجر کیا جائے گا۔ اور بعض لوگ اس کو جمعہ کے دن عصر کے بعد لکھتے ہیں اور یہ بھی بدعت ہے لیکن پہلی کی بہ نسبت ہلکی

القرون الثلثة ولم يقل به احد من العلماء فلم يزل الفضلاء يصنفون خطبا مشتملة على الفاظ جديدة و معانى غريبة ولم يزل الخطباء ينحتون ترغيبات او ترهيبات من غير قصر على الالفاظ الماثورة نعم يجب ان لا يكون اختراع الالفاظ والمعانى مفوتا لاصل مقصود الخطبة وان لا يكون مغيرا لوضع الخطبة كالعبارات الفارسية والهندية وغيرها التى تغير وضعها فان وضعها انما هو بالعربية لا غيرها الوجه الثانى ما ذكره بعض افاضل عصرنا فى منهيات رسالة الموعظة الحسنة بما يخطب به فى ايام السنة من ان تضمين معنى الحسرة على وداع رمضان غير مشروع ان افطار الصوم احد اسباب الفرحة بدليل حديث ابى هريرة قال قال رسول

ہے۔ کیونکہ اس وقت میں خطبہ نہیں ہے جس سے یہ دوسری جانب مشغول ہوتے ہوں۔ اور اگر اس میں سے عجمی الفاظ گرا دیں اور اس کا کوئی وقت بھی متعین نہ کریں تو یہ جائز ہو سکتا ہے۔ انتہی۔ (یعنی باقی کلمات ایسے ہیں کہ برکت کے لیے ان کو لکھنے اور پاس رکھنے کی گنجائش ہو سکتی ہے)

رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کہنا

اور ان من گھڑت باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع کا نام دیتے ہیں۔ اور یہ نام اس کا اگرچہ کتاب و سنت میں وارد نہیں ہوا مگر اس میں کوئی حرج نہیں ہے' یہ خیال کرتے ہوئے کہ جیسے ہجرت کے دسویں سال آپؐ کے حجوں میں سے آخری حج کو حجتہ الوداع کہا جاتا ہے تو اس کو جمعتہ الوداع کہہ دیا جائے تو اس جیسے ناموں میں نہ تو کسی کوئی غیر مشروع کام کا ایجاد کرنا ہے اور نہ ہی کسی ممنوع کام کا اختراع ہے اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ اخرجہ الشیخان و قد شرعت صلوۃ العید یوم الفطر للاستبشار بختم شہر الصیام و حصول تادیۃ امر الملک العلام فلا وجہ للتحزن واظہار الحزن علی انقضاء شہر رمضان وفیہ ان الفرحۃ بالافطار المذکورۃ فی الحدیث انما ھو فرحۃ عادیۃ طبعیۃ لا فرحۃ شرعیۃ فان النفس الانسانیۃ لما خلقت متالفۃ بالاکل والشرب وقضاء اللذات وزین لھا حب الشھوات لا بد ان تحصل لھا الفرحۃ بمقتضی طبعھا عند الافطار وھذہ فرحۃ عادیۃ دنیویۃ والاخری تحصل لھا عند رؤیۃ ربھا الغفار واما الفرحۃ الشرعیۃ فانما ھی فی الصوم لا فی فطرہ ولذلک تری النفوس القدسیۃ یحصل لھم الفرح

جمعۃ الوداع میں اشعار پڑھنا

اور من گھڑت باتوں میں سے یہ بات بھی ہے جو ہندوستان اور دکن وغیرہ کے اکثر شہروں میں رائج ہے یعنی رمضان کے آخری جمعہ میں خطبہ کے دوران خطباء فارسی اور ہندی زبان میں ایسے اشعار پڑھتے ہیں جن میں رمضان کے گزر جانے پر افسوس کا اظہار ہوتا ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ علماء پر اس سے روکنا واجب ہے پس خطبہ کو غیر عربی الفاظ کے ساتھ خلط ملط کرنا اسی طرح ہے جیسا کہ سارا خطبہ غیر عربی میں پڑھنا جو کہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے اور یہ حضور علیہ السلام' صحابہؓ اور ان کے بعد بڑے بڑے اکابر سے لے کر ہمارے زمانہ تک اسی طرح چلا آ رہا ہے کہ خطبہ عربی میں ہی ہوتا ہے۔ اور میں نے اس مسئلہ کی تحقیق فوائد اور نقصانات سمیت اپنے رسالہ آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس میں کر دی ہے' وہاں مطالعہ کر لیں۔

والنشاط فی حالة العبادة ما لا یحصل بانقضائها وشاهده قوله علیه الصلوة والسلام حبب الیّ من الدنیا النساء والطیب وجعلت قرة عینی فی الصلوة قال السخاوی فی المقاصد الحسنة اخرجه الطبرانی فی الاوسط من حدیث اسحق بن عبد اللّٰه بن ابی طلحة عن انس به مرفوعا وکذا هو عنده فی الصغیر وکذا للخطیب فی تاریخ بغداد من هذا الوجه لکن مقتصرا علیٰ جملة وجعلت فقط رواه النسائی فی سننه من حدیث یسار عن جعفر عن ثابت عن انس بلفظ الترجمة واخرجه الحاکم فی مستدرکه بدون لفظة جعلت وقال انه

جمعۃ الوداع کے خطبہ کو خطبہ الوداع کہنا

اور من گھڑت باتوں میں یہ بھی ہے کہ ہندوستان اور دکن وغیرہ کے شہروں میں مشہور ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ کے خطبہ کو خطبہ الوداع کا نام دیتے ہیں اور اس میں ایسے جملے شامل کرتے ہیں جو اس مہینہ کے جانے پر افسوس پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر ایسے جملے بھی شامل کرتے ہیں جو اس مہینہ کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ہر ایک جملہ یا دو جملوں کے بعد کہتے ہیں الوداع الوداع۔ یا کہتے ہیں رمضان کے مہینہ کو الفراق الفراق۔ یا کہتے ہیں الوداع الوداع اے شہر رمضان اور اس جیسے اور الفاظ جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان میں سے کچھ لوگ عید الفطر کے دن خطبہ الوداع پڑھتے ہیں اور یہ بدعتی اتنا بھی نہیں جانتے کہ کس زمانے میں اور کہاں اس کی ایجاد ہوئی ہے۔ اور متقدمین اور متاخرین محدثین اور فقہاء کی کتابوں میں اس کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا۔

اور ہمارے زمانہ اور گزشتہ قریب زمانہ کے علماء نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے۔ ان میں سے کچھ حد سے تجاوز کرنے والے متشدد ہیں (یعنی تردید میں بہت سخت رویہ اختیار کرتے ہیں) اور کچھ حد سے تجاوز کرنے والے راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں۔

صحیح علی شرط مسلم ورواہ مومل بن اھاب فی جزئہ الشھیر قال نبا سفیان عن جعفر بہ بلفظ وجعل قرۃ والباقی سواء و اخرجہ ابن عدی فی کاملہ من جھۃ سلام ابانا ثابت البنانی وعلی بن زید کلاھما عن انس بلفظ الترجمۃ وھو عند الشافعی ایضا من جھۃ سلام ابی المنذر عن ثابت عن انس بلفظ حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعل قرۃ عینی فی الصلوۃ ومن ھذا الوجہ اخرجہ احمد وابو یعلی فی مسندیھما وابو عوانۃ فی مستخرجہ الصحیح والطبرانی فی الاوسط والبیھقی فی سننہ وآخرون حسبما بینتہ موضحا فی جزء افردتہ لھذا الحدیث وقد عزاہ الدیلمی بلفظ حبب

بہرحال پہلا گروہ تو وہ بالکلیہ اس سے روکنے میں تشدد کرتا ہے اور اس پر گمراہی ہونے کا حکم لگاتا ہے اور اس کے کئی وجوہ ہیں۔

ممانعت کی پہلی وجہ : بیشک اس جیسا خطبہ جو ان الوداعی کلمات پر مشتمل ہو، یہ نبی کریم ﷺ آپ کے صحابہؓ تابعین اور تبع تابعین سے منقول نہیں اور جو فعل ان تین زمانوں میں نہ پایا جائے تو وہ من گھڑت بدعت ہوتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔

ممانعت کی پہلی وجہ پر گرفت : اور اس (قضیہ ان ھذہ الکلمات بدعۃ محدثۃ وکل بدعۃ ضلالۃ) میں کبریٰ اولیٰ (یعنی صغریٰ) میں اگر بدعت سے مراد بدعت لغویہ ہو اور کبریٰ میں بدعت سے مراد شرعی ہو اور بدعت شرعی وہ ہوتی ہے جو قرون ثلاثہ میں نہ پائی جائے اور ادلہ شرعیہ میں سے کوئی دلیل بھی اس پر دلالت نہ کرے تو اس صورت میں حد اوسط متکرر نہیں (حالانکہ نتیجہ حاصل کرنے کے لیے حد اوسط کا متکرر ہونا ضروری ہے اور یہاں حد اوسط اس لیے متکرر نہیں کہ صغریٰ میں بدعت لغویہ ہے جبکہ کبریٰ میں بدعت شرعیہ ہے۔ اور صغریٰ اور کبریٰ بدلنے سے نتیجہ حاصل نہیں ہوتا۔ مترجم) اور اگر کبریٰ میں بھی بدعت لغویہ مراد ہو (جیسا کہ صغریٰ میں مراد ہے) تو کلیہ ممنوعہ ہے (یعنی قابل تسلیم نہیں ہے) کیونکہ بدعت شرعیہ کا ہر فرد تو ضلالت ہو سکتا ہے مگر بدعت لغویہ کا ہر فرد ضلالت نہیں ہو

الی کل شئی وحبب الی النساء الی آخرہ للنسائی وغیرہ مما لم ارہ فیها انتهی ملخصا فالحاصل ان النفوس البررۃ شانها الفرح بالعبادات مثل الصوم والصلوۃ والحج وغیرها وکذلک وینبغی ان تکون قرۃ العین فیها وبانقضاء ها ومضی ایامها یحصل لهم الحزن والالم ویتکدر طبعهم بانقضاء ایام البرکۃ ویعرض لها غم ای غم وای حزن اعظم للبررۃ من مفارقۃ ایام رمضان المشتملۃ علی انواع الرحمۃ والغفران وقد عقد الحافظ زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد الدمشقی الحنبلی الشهیر بابن رجب من تلامذۃ ابن القیم تلمیذ ابن تیمیۃ فی کتابه لطائف المعارف فیما المواسم العام من

سلک۔ اور بہر حال بدعت لغویہ تو اقسام لفع کی جانب منقسم ہے (کہ نو ایجاد چیزوں سے کئی قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں) اور میں نے اس بحث اور اس کے متعلقات کی بحث کی تحقیق اپنے رسالہ اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی التعبد لیس ببدعۃ میں اور اپنے رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سید الابرار میں اور اپنے رسالہ التحقیق العجیب فی ما یتعلق بالتثویب اور اپنے رسالہ ترویح الجنان بتشریح حکم شرب الدخان وغیرہا میں کی ہے تو ان کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

اور اسی طرح اگر یہ دلیل تام ہو تو یہ خطبہ الوداع کے ساتھ تو مختص نہیں (کہ اس میں حضورؐ صحابہؓ اور تابعین سے غیر منقول الفاظ پڑھے جاتے ہیں اس لیے وہ ممنوع ہے۔ مترجم) لیکن اس کا حکم ہر ایسے خطبہ پر ہو گا جو خطباء نے تصنیف کیے ہیں اور ان میں ایسے کلمات جدیدہ ہیں جو حضور علیہ السلام، صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین سے منقول نہیں ہیں۔ اور اس مسئلہ کا حل یہ ہے کہ خطبہ تالیف کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلانا اور اللہ کے عذاب سے خوف دلانا ہے اور اس سے مقصود ترغیب وترہیب اور احکام سکھانا ہے تو ہر ایسا خطبہ جو ان جیسی باتوں پر مشتمل ہو، اس کے ساتھ مقصد حاصل ہو جاتا ہے، خواہ اس کے الفاظ اور معانی جیسا منقول

الوظائف مجالس فی ما یتعلق بشهر رمضان و ترجم المجلس السادس بقوله المجلس السادس فی وداع شهر رمضان المعظم قدره و حرمته واورد فیه احادیث مشتملة علی فضائله و فضائل صیامه وقیامه وقال فیه کان بعض السلف یظهر علیه الحزن یوم عید الفطر فقال له انه یوم فرح وسرور فیقول صدقتهم ولکنی عبد امرنی مولائی ان اعمل له عملا فلا ادری ایقبله ام لا ورای وهب بن الورد قوما یضحکون یوم عید فقال ان کان مولاهم تقبل منهم صیامهم فما هذا فعل الشاکرین وان کانوا لم یتقبل منهم صیامهم فما هذا فعل الخائفین وروی عن علی رضی اللّٰه عنه انه کان ینادی آخر لیلة من

ہوں یا نئے ایجاد شدہ ہوں تو اس قسم کا اختراع ضلالت کا موجب نہیں ہے۔ ورنہ تو خطبوں کا حصر ان ہی منقولہ خطبات میں ہو جائے گا جو قرون ثلاثہ والوں سے منقول ہیں حالانکہ علماء میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔ فضلاء مسلسل ایسے خطبات تصنیف کرتے جا رہے ہیں جو نئے الفاظ اور عجیب معانی پر مشتمل ہیں اور خطباء منقولہ الفاظ میں بند کیے بغیر مسلسل ترغیبات یا ترہیبات پر مشتمل خطبات بناتے جا رہے ہیں۔

ہاں یہ بات ضروری ہے کہ الفاظ اور معانی کا اختراع ایسا نہ ہو کہ خطبہ کا مقصد ہی فوت ہو جائے اور خطبہ کا طریق کار ہی بدل جائے جیسے فارسی اور ہندی وغیرہ میں خطبہ جو اس کے طریق کار کو ہی بدل دے۔ پس بیشک اس خطبہ کی وضع عربی زبان میں ہی ہونی چاہیے' اس کے علاوہ کسی اور زبان میں نہیں۔

ممانعت کی دوسری وجہ : وہ ہے جو ہمارے زمانہ کے ایک فاضل نے ذکر کی ہے کہ رمضان کے گزرنے پر افسوس کا اظہار غیر مشروع ہے کیونکہ روزے کا افطار تو فرحت کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور اس کی دلیل حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں' ایک خوشی تو اس کو افطار کے وقت ہوتی ہے اور دوسری خوشی جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا' اس وقت اس کو ملے گی۔ اس روایت کو حضرات شیخین بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے۔ اور عید الفطر

رمضان یا لیت شعری من هذا المقبول فنهنیه ومن هذا المحروم فنعزیه وعن ابن مسعود انه قال من هذا المقبول منا فنهنیه ومن هذا المحروم فنعزیه ایها المقبول هنیئا لک وایها المردود جبر الله مصیبتک انتهی وقال ایضا بعد ذکر قدر من برکاته ومناقبه عباد الله ان شهر رمضان قد عزم علی الرحیل ولم یبق منه الا القلیل فمن کان منکم احسن فعلیه التمام ومن کان فرط فلیختمه بالحسنی فالعمل بالختام فاستمنعوا منه فی ما بقی من اللیالی الیسیرة والایام واستودعوه عملا صالحا یشهد لکم به عند المالک العلام وودعوه الی فراقه بازکی تحیة وسلام

کے دن نماز عید تو مشروع ہی رمضان کے روزے ختم ہونے اور ملک العلام کے حکم کو بجا لانے کی خوشی کی وجہ سے ہے تو پھر پریشان ہونے اور رمضان کا مہینہ گزرنے پر افسوس کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

ممانعت کی دوسری وجہ پر گرفت: اور اس میں یہ بات ملحوظ رہے کہ حدیث میں افطار کی وجہ سے جو فرحت ذکر کی گئی ہے' وہ فرحت عادیہ طبعیہ ہے فرحت شرعیہ نہیں ہے۔ پس بیشک انسانی نفس کی جب تخلیق ہی اس طرح کی گئی کہ وہ کھانے اور پینے اور لذات پورا کرنے کو پسند کرتا ہے اور اس کے لیے خواہشات کی محبت کو مزین کیا گیا ہے تو ضروری ہے کہ اس کو افطار کے وقت طبیعت کی چاہت کی وجہ سے فرحت حاصل ہو اور یہ فرحت عادیہ دنیویہ ہے۔ اور دوسری خوشی اس کو اپنے رب کے دیدار کے وقت ہوگی (اگر یہاں لفظ رؤیۃ کی بجائے رویۃ ہو جیسا کہ اس نسخہ میں ہے تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ دوسری خوشی روزہ دار کو اس وقت ہوگی جب اس کو اپنے رب کے ہاں سیرابی نصیب ہوگی اس لیے کہ روزہ دار کو باب الریان سے جنت میں داخل کیا جائے گا اور جو اس میں سے داخل ہوگا' وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ مترجم)

اور بہرحال فرحت شرعیہ تو وہ روزے میں ہی ہے' افطار میں نہیں اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ نفوس قدسیہ کو عبادت کی حالت میں ایسی فرحت اور خوشی حاصل ہوتی ہے جو ان کے پورا ہو جانے پر نہیں حاصل ہوتی۔ اور اس کی دلیل حضور علیہ

سلام من الرحمٰن کل اوان
علی خیر شھر قد مضی وزمان
سلام علی شھر الصیام فانه
فی امان من الرحمٰن ای امان
لئن فنیت ایامک الغر بغتة
فما الحزن من قلبی علیک بفان

لقد ذھبت ایامه وما اطعنم وکتبت علیکم آثاره وما اطعنم فکانکم بالمشمرین فیه وقد وصلوا وقطعتم قلوب المتقین الی ھذا الشھر تحن ومن الم الفراق تئن۔

السلام کا فرمان ہے کہ مجھے دنیا کی اشیاء میں سے عورتیں اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

امام سخاویؒ نے المقاصد الحسنہ میں فرمایا ہے کہ طبرانی نے معجم اوسط میں اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ کی حدیث عن انس مرفوعاً نقل کی ہے اور اسی طرح اس کی معجم صغیر میں بھی ہے اور اسی طرح خطیب کی تاریخ بغداد میں اس سند سے ہے لیکن صرف وجعلت کا جملہ اس میں ہے۔ (یعنی روایت کا باقی حصہ نہیں صرف وجعلت قرة عینی فی الصلوة کا جملہ ہے)

امام نسائیؒ نے اپنی سنن میں یسار عن جعفر عن ثابت عن انس کی سند سے اس مفہوم کی حدیث روایت کی ہے اور امام حاکمؒ نے اپنی مستدرک میں جعلت کے الفاظ کے بغیر نقل کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

اور مومل بن اھاب نے اپنی کتاب میں سفیان عن جابر کی روایت وجعل قرة کے الفاظ سے کی ہے اور باقی الفاظ وہی ہیں۔ اور ابن عدی نے اپنی کتاب کامل میں سلام عن ثابت بنانی وعلی بن زید عن انس ایک روایت اسی مفہوم کی بیان کی ہے۔

اور وہ روایت امام شافعی سے بھی سلام ابی المنذر عن ثابت عن انس کی سند سے ان الفاظ کے ساتھ ہے حبب الی من الدنیا النساء والطیب وجعل قرة عینی فی الصلوة

وصال الفراق فما تصنع
اتصبر للبين ام تجزع
اذا كنت تبکی وهم حيرة
فکيف يکون اذا اودعوا

کيف لا تجری للمومن علی فراقه دموع وهو لا يدری هل بقی له فی عمره اليه رجوع۔

تذکرت اياما مضت ولياليا
خلت فجری من ذکرهن دموع
الا هل لنا يوما من الدهر عوده
وهل لی الی وقت الوصال رجوع

اور اسی سند سے امام احمد اور ابو یعلی نے اپنی اپنی مسند میں پیش کی ہے۔ اور ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے اپنی سنن میں اور کچھ اور حضرات نے بھی بیان کی ہے جیسا کہ میں نے اپنے اس رسالہ میں وضاحت سے بیان کیا ہے جو اسی حدیث کی تشریح کے لیے میں نے مختص کیا ہے۔ اور دیلمی نے حبب الی کل شئی وحبب الی النساء الی آخرہ اس حدیث کی نسبت نسائی وغیرہ کی جانب کی ہے مگر میں نے ان میں اس کو نہیں دیکھا۔ انتہی۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کے نفوس کی شان یہ ہے کہ وہ روزہ، نماز اور حج جیسی عبادات کے ساتھ خوش ہوتے ہیں اور اسی طرح مناسب ہے کہ آنکھ کی ٹھنڈک ان میں ہو اور ان کے ختم ہونے اور ان کے ایام گزر جانے پر ان کو غم اور دکھ ہو اور برکت والے ایام گزر جانے کی وجہ سے ان کی طبیعتیں کبیدہ خاطر ہوں اور ان کو غم لاحق ہو۔ اور نیک لوگوں کے لیے رمضان کے ایام کی جدائی سے بڑھ کر کیا غم ہو گا جو قسما قسم کی رحمت اور غفران پر مشتمل ہیں اور ابن تیمیہ کے شاگرد ابن القیم کے شاگرد الحافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد الدمشقی الحنبلی جو ابن رجب کے لقب سے مشہور ہیں، انھوں نے اپنی کتاب لطائف المعارف فیما لمواسم

وهل بعد اعراض الحبیب تواصل

وهل لبدور قد افلن طلوع

این حرق المجتهدین فی نهاره

این قلق المجتهدین فی اسحاره

واذا کان هذا جزع من ربح فیه فما حال من خسر فی لیالیه وایامه ماذا ینفع المفرط فیه بکاؤه وقد عظمت فیه مصیبة وجل عزاؤه کم نصح المسلمین فما قبل النصح کم دعا الی مصالحة فما اجاب الی الصلح کم شاهد الواصلین فیه وهو متباعد وحاق به المقت و ندم علی التفریط حیث لا ینفعه الندم و طلب الاستدراک

العام من الوظائف میں رمضان کے مہینہ کے ساتھ متعلق مجالس کا ذکر کرتے ہوئے المجلس السادس کا عنوان اپنے اس قول سے کیا ہے: المجلس السادس فی وداع شهر رمضان جس کی قدر اور حرمت بہت بڑی ہے اور اس بارہ میں ایسی احادیث وارد ہیں جو اس کے فضائل اور اس کے روزوں اور اس کے قیام کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ اور اس میں اس نے یہ کہا کہ ایک بزرگ ایسے تھے جن پر عید الفطر کے دن پریشانی ظاہر تھی تو ان سے کہا گیا کہ آج تو فرحت اور خوشی کا دن ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں مگر میں ایسا غلام ہوں کہ مجھے میرے مولا نے حکم دیا کہ میں عمل کروں تو میں نے عمل تو کیا مگر مجھے معلوم نہیں کہ اس نے قبول کیا یا نہیں؟

اور وہب بن الورد نے کچھ لوگوں کو عید کے دن ہنستے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اگر ان کے مولا نے ان سے ان کے روزے قبول کر لیے ہیں تو یہ فعل شاکرین کا نہیں (کہ وہ اس طرح ہنسیں بلکہ ان کو شکر ادا کرنا چاہیے) اور اگر اس نے ان کے روزوں کو قبول نہیں کیا تو ڈرنے والوں کا یہ فعل نہیں ہے (کہ وہ اس طرح ہنستے پھریں) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رمضان کی آخری رات کو آواز لگاتے تھے کہ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ کون خوش قسمت ہے جس کے روزے قبول کر لیے گئے ہیں تو ہم اس کو مبارکباد دیں۔ اور کون اس سے محروم رہا ہے کہ ہم اس سے تعزیت (افسوس کا اظہار) کریں۔ اور حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے

فی وقت العدم۔

اتترک من تحب وانت جار
و تطلبهم اذا بعد المزار
و تبکی بعد تانیهم اشتیاقا
ونسال فی المنازل این ساروا
ترکت سوالهم وهم حضور
وترجو ان تخبرک الدیار

یا شہر رمضان ترفق وموج المحبین تدفق وقلوبھم من الم

فرمایا ہم میں سے کس کے روزے قبول کر لیے گئے ہیں تا کہ ہم اس کو مبارک باد دیں اور کون اس سے محروم رہا ہے کہ ہم اس سے تعزیت کریں۔ اے وہ آدمی جس کے روزے قبول کر لیے گئے ہیں' تجھے مبارک ہو۔ اور اے وہ آدمی جس کے روزے رد کر دیے گئے ہیں' اللہ تعالیٰ تیری مصیبت کی تلافی فرمائے۔ انتہی۔

اور اسی طرح اس نے اس کی برکات اور مناقب ذکر کرنے کے بعد کہا اے اللہ کے بندو' بیشک رمضان کا مہینہ کوچ کر کے جا رہا ہے اور اس کے صرف تھوڑے دن باقی رہ گئے ہیں۔ پس تم میں سے جس آدمی نے کوئی نیک عمل شروع کر رکھا ہو تو اس کو پورا کرے۔ اور جس نے آخرت کا ذخیرہ بننے والا عمل شروع کیا ہے تو وہ اس کو اچھائی کے ساتھ مکمل کرے کیونکہ فعل کا مدار خاتمہ پر ہے۔ پس تم اس کی تھوڑی سی باقی رہنے والی راتوں اور دنوں سے فائدہ حاصل کر لو اور تم اس (رمضان) کو اپنے ایسے نیک عمل سے الوداع کرو جو تمہارے لیے ملک العلام کے ہاں گواہی دے۔ اور اس کے فراق پر اس کو پاکیزہ دعاؤں اور سلام سے الوداع کرو۔

رحمٰن کی طرف سے ہر وقت سلام ہو بہتر مہینہ پر جو گزر گیا ہے۔ سلامتی ہو روزوں کے مہینہ پر پس بیشک وہ رحمٰن کی جانب سے ہر قسم کی امان ہے۔ البتہ اگر تیرے روشن ایام اچانک ختم ہو گئے ہیں تو تیرے فراق پر میرے دل کا غم فانی نہیں ہے۔ البتہ تحقیق اس کے ایام ختم ہو گئے اور جو تم نے اطاعت کی وہ بھی۔ اور تم پر اسکی کوتاہیاں لکھ دی گئیں (یعنی اگر رمضان کی قدر کرنے میں کوتاہیاں ہو گئی ہیں تو وہ

الفراق تشقق عسی وقفة للوداع تطفی من نار التشوق ما احرق عسی ساعة نوبة واقلاع نرفو من الصیام کل ما تخرق عسی منقطع عن رکب المقبولین یلحق عسی من استوجب النار یعتق عسی اسیر الاوزار یعتق عسی رحمة المولٰی للعاصین توفق انتهی کلامه ملخصا

الوجه الثالث ما ذکره ذلک الفاضل ان الارکان الخمسة الاسلامیة متساویة الاقدام ولا دلیل علی تخصیص الحزن بذهاب رمضان ولم یرد به الشرع ولو کان هذا بالقیاس یلزم ان یظهر مثل هذا الحزن والالم بعد کل رکن من الصلوة والحج والزکوة ولا قائل به

لکھ لی گئی ہیں) اور تمہاری اطاعت بھی جس پر تم اس رمضان میں کمربستہ تھے۔ اور بیشک وہ پہنچے اور تم نے جدا کر دیا۔ (یعنی رمضان کے ایام رحمت بن کر تمہارے پاس پہنچے مگر تم نے ان کی قدر نہ کر کے ان کو گزار دیا) متقیوں کے دل اس مہینہ کے آنے پر خوش ہوتے اور اس کی جدائی کے دکھ سے روتے ہیں۔

۔ جدائی غالب آ گئی پس تو کیا کرے گا؟ کیا جدائی پر صبر کرے گا یا جزع فزع کرے گا؟ جب تو جدائی کے خیال پر حیران ہو کر روتا ہے تو اس وقت کیا حال ہو گا جب وہ الوداع کہہ کر چل دیں گے؟ کیسے نہیں جاری ہوں گے اس کی جدائی پر مومن آدمی کے آنسو اور وہ نہیں جانتا کہ کیا اس کی زندگی میں اس رمضان کا دوبارہ آنا بھی ہے؟ تو نے گزرے ہوئے دنوں اور گزری ہوئی راتوں کا ذکر کیا تو ان کی یاد سے میرے آنسو جاری ہو گئے۔ کیا ہمارے لیے گزرا ہوا زمانہ دوبارہ لوٹ کر آ سکتا ہے اور کیا میرے لیے وصل کا وقت واپس آ سکتا ہے اور کیا محبوب کے اعراض کے بعد وصل ہو سکتا ہے اور کیا غروب ہونے والے چاند دوبارہ طلوع ہو سکتے ہیں؟

کہاں ہے اس رمضان کے دنوں میں کوشش کرنے والوں کی جلن؟ کہاں ہے اس کے سحری کے وقت کوشش کرنے والوں کی بے قراری؟

اور جب یہ جزع کا حال اس شخص کا ہے جس نے اس سے فائدہ اٹھایا ہے تو اس کا کیا حال ہو گا جس نے اس کے دنوں اور راتوں میں (عبادت نہ کر کے) نقصان

وفيه ان الزكوة ليس لادائها وقت معين شرعا ولا يمكن اداؤها فى وقت واحد جمعا لاختلاف الناس فى ازمنة ملك النصاب وتفاوتهم فى شروط الايجاب وليست لاوقات ادائها بركة معهودة شرعا ولا عرفا فلا يمكن الحزن واظهاره عند ذلک ولا يتصور التحسر من ذهاب شئ فيما ذلک بخلاف صيام رمضان فان له وقتا معلوما بالنسبة الى جميع المكلفين وله بركة عظيمة و منقبة جسيمة للعالمين فذهابه حسرة عظيمة كيف لا وادراک رمضان آخر بسبب امتداد الزمان امر موهوم بخلاف الصلوة فان جميع اوقاتها ليست فى عموم المغفرة مثل تلک الايام وادراک وقت آخر

اٹھایا۔ کوتاہی کرنے والے کو اس کا رونا کیا فائدہ دے گا؟ حالانکہ اس کی مصیبت بہت بڑی اور اس کی پریشانی بہت بڑی ہے۔ اس (رمضان المبارک) نے کس قدر مسلمانوں سے خیر خواہی کی تو انہوں نے اس کی خیر خواہی کو قبول نہ کیا۔ کس قدر اس نے نیکیوں کی جانب بلایا مگر مسلمان نے نیکی کی جانب آنے کی دعوت قبول نہ کی۔ کس قدر اس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے اعمال کو حاضر کیا مگر مسلمان ان سے دور رہنے والا تھا۔ اور مٹ گئے اس کی وجہ سے بغض اور پشیمان ہوا کوتاہی پر ایسے وقت میں کہ اس کو پشیمانی فائدہ نہیں دیتی اور اس نے کوتاہی کی تلافی ایسے وقت میں چاہی جو تلافی کا وقت نہیں ہے۔ کیا تو اس کو چھوڑتا ہے جس سے محبت رکھتا ہے حالانکہ تو زیادتی کرنے والا ہے؟ اور تو ملاقات کے لیے آنے والوں کے دور ہو جانے کے بعد ان کو تلاش کرتا ہے اور تو شوق میں روتا ہے ان کے مہلت دینے کے بعد؟ اور تو جگہ جگہ پوچھتا ہے کہ وہ کہاں چلے گئے۔ تو نے ان کے بارہ میں پوچھ گچھ چھوڑ دی جبکہ وہ موجود تھے۔ اور تو امید رکھتا ہے کہ وہ تجھے اپنے علاقہ کی خبریں دیں گے۔

اے رمضان کے مہینے، نرمی کر۔ اور اے محبت کرنے والوں کی لہر، تیز دوڑ۔ اور ان کے دل جدائی کے دکھ سے پھٹتے جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ وداع کی گھڑی اس چیز کو بجھا دے جو شوق پر برانگیختہ کرنے والی آگ سے جل رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ توبہ اور گناہوں سے باز رہنے کی گھڑی روزے کی وجہ سے ہر اس چیز کو سی دے جو

للصلوة امر غير موهوم واما اوقات الحج فهى وان كانت متبركة لكن هذه العبادة ليست شاملة فى وقت واحد لجميع المكلفين بل خاص باهل مكة ومن فيها من الافاقيين وبالجملة فالفرق بين ذهاب رمضان وبين ذهاب اوقات الصلوة والحج والزكوة ظاهر غير خفى على الماهر فلا يلزم من عدم وقوع التحسر بذهابها عدم وقوع التحسر بذهاب هذا الشهر واما الفرقة الثانية فقد بالغت فى تجويز خطبة الوداع والتزمته وقاسته على خطبة النبى صلعم فى آخر شعبان المشتملة على بشارة مجئ شهر رمضان على ما مر ذكره من رواية

پھٹ گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مقبولین کی جماعت سے پیچھے رہ جانے والا ان کے ساتھ مل جائے۔ ہو سکتا ہے کہ جہنم کو اپنے آپ پر لازم کرنے والا جہنم سے آزادی پا لے۔ ہو سکتا ہے کہ گناہوں کے قیدی آزاد کر دیے جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ پروردگار کی رحمت گناہ گاروں کے موافق ہو جائے (یعنی ان کو رحمت کے قابل بنا دے) انتهى كلامه ملخصا"

ممانعت کی تیسری وجہ: جو اس فاضل نے ذکر کی ہے' یہ ہے کہ بیشک اسلام کے پانچوں ارکان برابر درجہ کے ہیں۔ اور رمضان کے گزر جانے کی وجہ سے خصوصی طور پر غم کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس کے بارہ میں شریعت وارد ہوئی ہے۔ اور اگر یہ قیاس سے لیا ہے تو لازم آتا ہے کہ اس جیسی پریشانی اور تکلیف نماز' روزہ' حج اور زکوۃ ہر رکن کے بعد ہو۔ اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

ممانعت کی تیسری وجہ پر گرفت: اور اس میں ایک اشکال ہے کہ بیشک زکوۃ کی ادائیگی کا تو شرعاً" کوئی وقت متعین نہیں ہے اور اس کا اکٹھے ادا کرنا ممکن بھی نہیں ہے کیونکہ لوگوں کے لیے نصاب کا مالک بننا مختلف اوقات میں ہے اور ایجاب کی شرطوں میں بھی ان میں تفاوت ہے۔ اور اس کی ادائیگی کے اوقات کے لیے ایسی برکت بھی نہیں ہے جو شرعاً" یا عرفاً" مشہور ہو۔ (جیسا کہ رمضان کی برکت ہے) تو غم اور اس کا اظہار اس وقت ممکن نہیں ہے اور اس میں کسی شے کے رہ جانے پر افسوس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ بخلاف رمضان کے روزوں کے کہ اس کے لیے تو تمام مکلفین کے لیے وقت معلوم ہے۔ اور اس کی بڑی برکت ہے اور روزہ دار کے

سلمان وفيه ان جواز بشارة شئی واظهار السرور بقربه لا يستلزم جواز اظهار التحسر بذهابه والانصاف ان قرائة خطبة الوداع اذا كانت مشتملة على معانی صحيحة والفاظ لطيفة لم يدل دليل على منعها وليس فيها ابتداع وضلالة فی نفسها لكن الاولٰی هو الاتباع لطريقة النبی صلعم واصحابه فان الخير كله فی الاتباع به لا سيما اذا وجد التزام ما لم يلتزم وظن ما ليس من الشرع من الشرع وما ليس بسنة من السنة وقد تقرر فی مقره ان كل مباح ادی الی التزام غير مشروع والی افساد عقائد الجهلة وجب تركه علی الكملة

لیے عالی درجہ ہے تو اس کا چلے جانا تو بہت بڑی خسرت ہے۔ اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ دوسرے رمضان کا پانا درمیان میں زمانہ لمبا ہونے کی وجہ سے یقینی نہیں ہے۔ بخلاف نماز کے کہ بیشک اس کے تمام اوقات عمومی مغفرت کے نہیں ہیں جیسا کہ رمضان کے ایام ہیں۔ اور اگلی نماز کے وقت کو پا لینا اس قدر غیر یقینی نہیں ہے (کیونکہ درمیان میں وقفہ تھوڑا ہے) اور بہرحال حج کے اوقات تو وہ اگرچہ متبرک ہیں لیکن یہ عبادت بیک وقت تمام مکلفین کو شامل نہیں ہے بلکہ وہ تو اہل مکہ یا جو وہاں مکہ میں پہنچ چکے ہوں' ان کے ساتھ خاص ہے۔ اور خلاصہ یہ کہ رمضان کے گزرنے اور دیگر عبادات نماز' حج اور زکوٰۃ کے اوقات گزر جانے کے درمیان فرق کسی عالم پر مخفی نہیں ہے۔ تو ان اوقات کے گزر جانے پر افسوس کے نہ ہونے سے اس مہینہ کے گزر جانے پر افسوس کا نہ ہونا لازم نہیں آتا۔

خطبہ الوداع کو جائز کہنے والوں کا رد

بہرحال دوسرا گروہ تو اس نے خطبہ الوداع کے جائز قرار دینے اور اس کا التزام کرنے میں مبالغہ کیا ہے۔ اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کے اس خطبہ پر قیاس کیا ہے جو آخر شعبان میں آپ نے دیا جو رمضان کا مہینہ آنے کی بشارت پر مشتمل تھا۔ جیسا کہ اس کا ذکر پہلے حضرت سلمانؓ کی روایت سے گزر چکا ہے۔

اور اس میں اشکال یہ ہے کہ کسی چیز کی بشارت کا جواز اور اس کے قریب آنے

فالواجب على العلماء ان لا يلتزموا على قرائة مثل هذه الخطبة لكونه موديا الى اعتقاد السنية وقد وقع ذلك من العوام حيث اهتموا بمثل هذه الخطبة غاية الاهتمام فظنوها من السنن الماثورة حتى ان من يتركها ينسبونه الى سوء العقيدة ومن ثم منع الفقهاء عن التزام قرائة سورة الدهر وتنزيل السجدة فى صلوة فجر الجمعة مع كونه ثابتا فى الاخبار المشهورة وعن سجدة منفردة بعد صلوة الوتر وامثال ذلك مما يفضى الى ظن العوام انه من السنة وان مخالفه بدعة و نظائره كثيرة فى كتب العلوم شهيرة و قد بلغ التزام خطبة الوداع

پر خوشی کے اظہار سے اس کے چلے جانے پر افسوس کا اظہار کرنا تو لازم نہیں آتا اور انصاف کی بات یہ ہے کہ خطبہ الوداع کا پڑھنا جبکہ صحیح معانی اور لطیف الفاظ پر مشتمل ہو تو اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس میں فی نفسھا بدعت اور ضلالت ہے۔ (یعنی جب الفاظ صحیح ہوں اور ان کو خطبہ الوداع کے لیے ضروری بھی نہ سمجھا جاتا ہو تو خطبہ میں ایسے الفاظ شامل کرنے کی گنجائش ہے اور اگر وہ الفاظ صحیح نہیں یا ان الفاظ کو ضروری سمجھا جاتا ہو تو پھر جائز نہیں ہے اس لیے کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھ کر کرنا درست نہیں ہے)

سنت پر کاربند رہنے کی تلقین: لیکن بہتر نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کے طریق کی اتباع کرنا ہی ہے پس بیشک ساری کی ساری خیر اسی اتباع میں ہے بالخصوص جبکہ ایسی چیز کا التزام پایا جائے جس کا التزام ان حضرات نے نہیں کیا' اور غیر شرعی کو شرعی اور غیر سنت کو سنت سمجھ لینے کا گمان ہو۔ اور یہ بات اپنے مقام میں گزر چکی ہے کہ بیشک ہر مباح جس کو التزام سے ادا کیا جائے' وہ غیر مشروع ہو جاتا ہے۔ اور جاہلوں کا عقیدہ خراب ہونے کی صورت اس مباح کا ترک کامل لوگوں پر واجب ہے تو علماء پر واجب ہے کہ اس جیسا خطبہ پڑھنے کا التزام نہ کریں تاکہ یہ اس کے سنت ہونے کے اعتقاد تک نہ پہنچا دے۔ اور بیشک عوام میں یہ بات رائج ہے کہ وہ اس (جمعتہ الوداع کے) خطبہ میں حاضر ہونے کا بہت اہتمام کرتے ہیں اور اس کو سنن ماثورہ خیال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی اس کو چھوڑتا ہے تو اس کو برے عقیدے والا

والاهتمام بها فی اعصارنا و دیارنا الی حد افسد ظنون الجهلة فی اهل العلم الذین هم کالملح فی الطعام اذا فسد فسد الطعام ان یترکوا الالتزام هذا ما عندی لعل عند غیری احسن مما عندی وهذا آخر الکلام فی هذه الرسالة وکان ذلک لیلة الاثنین السابع والعشرین من صفر من السنة السابعة والتسعین بعد الالف والمائتین من الهجرة علی صاحبها افضل الصلوات وازکی تحیة وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة علی رسوله محمد وآله وصحبه اجمعین۔

خیال کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے فقہاء نے سورۃ الدہر اور الم تنزیل السجدہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں پڑھنے کا التزام کرنے سے منع فرمایا ہے باوجود اس کے کہ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں اس کا پڑھنا مشہور احادیث سے ثابت ہے اور وتر کی نماز کے بعد صرف ایک سجدہ کرنا اور اس جیسی دیگر ایسی باتوں سے بھی منع کیا ہے جس کو عوام سنت خیال کرنے لگ جائیں۔

اور اس جیسی مثالیں علمی کتابوں میں مشہور ہیں اور خطبہ الوداع کا التزام اور اہتمام ہمارے زمانہ اور ہمارے علاقہ میں اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جاہلوں کے خیالات فاسد ہو گئے ہیں۔ پس اس بناء پر ان علماء پر لازم ہے جو طعام میں نمک کی طرح ہیں' جب نمک خراب ہو جائے تو طعام فاسد ہو جاتا ہے۔ تو ان علماء پر لازم ہے کہ وہ اس التزام کو چھوڑ دیں۔

یہ معلومات تو اس بارہ میں میرے پاس تھیں' ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے کے پاس اس سے زیادہ ہوں۔ اور یہ اس رسالہ میں کلام کا آخری حصہ ہے اور آج ستائیس صفر' بارہ سو ستانوے ہجری' سوموار کی رات ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب ہجرت (حضور نبی کریم ﷺ) پر اعلیٰ رحمتیں اور زیادہ سے زیادہ سلامتی نازل فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة علی رسوله محمد وآله وصحبه اجمعین

تمت بالخیر

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- خزائن السنن — تقریر ترمذی طبع سوم
- احسن الکلام — مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث، طبع چہارم
- تسکین الصدور
- الکلام المفید — مسئلہ تقلید پر مدلل بحث
- ازالۃ الریب — مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث
- راہ سنت
- آنکھوں کی ٹھنڈک
- احسان الباری
- طائفہ منصورہ
- ارشاد الشیعہ
- درود شریف — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- عبارات اکابر
- تبلیغ اسلام
- گلدستہ توحید — مسئلہ توحید کی وضاحت
- دل کا سرور
- راہ ہدایت
- بانی دارالعلوم دیوبند
- ینابیع
- چراغ کی روشنی
- مسئلہ قربانی
- عیسائیت کا پس منظر
- مقالہ ختم نبوت
- المسلک المنصور
- اتمام البرہان — رد توضیح البیان
- حلیۃ المسلمین — داڑھی کا مسئلہ
- توضیح المرام — فی نزول المسیح علیہ السلام
- آئینہ محمدی
- شوق حدیث — حجیت حدیث
- ملا علی قاری
- تنقید متین — بر تفسیر نعیم الدین
- باب جنت بجواب راہ جنت
- الکلام الحاوی
- مودودی صاحب کا غلط فتویٰ
- تفریح الخواطر
- چہل مسئلہ — حضرات بریلویہ
- عمدۃ الاثاث — تین طلاقوں کا مسئلہ
- الشہاب المبین بجواب الشہاب الثاقب
- اظہار العیب
- سماع موتیٰ
- چالیس دعائیں
- صرف ایک اسلام
- مقام ابی حنیفہ
- حکم الذکر بالجہر
- شوق جہاد
- اطیب الکلام — فی احسن الکلام
- انکار حدیث کے نتائج — منکرین حدیث کا رد
- مرزائی کا جنازہ اور مسلمان
- مولانا ارشاد الحق اثری کا مجذوبانہ واویلا
- اخفاء الذکر — ذکر آہستہ کرنا چاہیے

مطبوعات عمر اکادمی

- بخاری شریف
- خزائن السنن
- جنت کے نظارے
- حمیدیہ
- امام ابو حنیفہ کا عادلانہ دفاع
- غیر مقلدین کے متضاد فتوے
- انکشاف حقیقت
- ایضاح سنت بجواب مصباح سنت
- وضو کا مسنون طریقہ
- تین طلاقوں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ
- الدروس الواضحہ فی شرح الکافیہ
- نماز قضائے عمری بدعت ہے